متاعِ مخفی

مخفیؔ امروہوی

مرتب: حامدؔ امروہوی

متاعِ مخفی

شعری مجموعہ

مخفیؔ امروہوی

مرتب۔ حامدؔ امروہوی

مصنفہ کا تعارف

نام : سردار خانم یوسف زئی

تخلص : مخفی امروہوی

تاریخ پیدائش : ۱۵ جنوری ۱۹۴۱

تعلیم : ادیب کامل جامعہ اردو علی گڑھ

تلمذ : حضرت خواجہ ریاض الدین عطش مرحوم

ارادت : حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

اوارڈ : لٹریری اچیومینٹ اوارڈ امریکن اردو رائٹرس سوسائٹی ۱۰ مئی ۲۰۰۲ء

پتہ : 135.S .Common wealth

Drive

BOLING BROOK

IL-60440-6181

کوائف

نام کتاب : متاعِ مخفی

مصنفہ :سردار خانم مخفیؔ امروہوی

مرتب :حامدؔ امروہوی

سنِ اشاعت : ۲۰۰۵ء

تعداد : ۲۵۰

کمپوزنگ : K.Com,Mohalla.Saddo.Amroha

طباعت :اسلامِک بُک فاؤنڈیشن۔نئی دہلی

قیمت :

ناشرین :عامر مرزا ، بابر مرزا

ملنے کا پتہ :۞ امریکہ میں۔

حامدؔ امروہوی

135 S Common Wealth Drive

BOLING BROOK

Phone: 630226-5756

۞ ہندوستان میں۔

مرزا ساجد حسین ساجدؔ امروہوی

محلّہ سدو

امروہہ (جے پی نگر) یو پی

انتساب

میں اس مجموعۂ کلام "متاعِ مخفیؔ" کو جناب خواجہ ریاض الدین عطشؔ مرحوم

و

محترمہ صفیہ شہابی مرحومہ

و

اپنے مرحوم والدین کی ارواح

اور

اپنے شوہر حامدؔ امروہوی کے والدین کی ارواح کی نذر کرتی ہوں۔

خاکسار

مخفیؔ امروہوی

فہرست

نمبر شمار	تخلیقات	صفحہ نمبر
۱	مضمون؛ متاعِ مخفی۔ سید محمد حنیف اخگر ملیح آبادی	۱
۲	مضمون؛ نیاز گلبرگوی	۱۲
۳	مضمون؛ مخفی امروہوی۔ عرفان مرتضیٰ	۱۹
۴	عرضِ مرتب۔ حامد امروہوی	۲۷
۵	حمد	۳۲
۶	حمد باری تعالیٰ	۳۳
۷	ہیں اُن کے حسن کی رنگینیاں صحنِ گلستاں میں	۳۵
۸	ذہنِ انساں میں بھلا کیا آئے عظمت آپؐ کی	۳۷
۹	کہوں کیوں حال اپنا ہر کسی سے	۳۹
۱۰	جس پہ اُنؐ کی چشمِ رحمت ہو گئی	۴۱
۱۱	جو نورِ اُنؐ کا جلوہ نما ہو گیا	۴۳
۱۲	اللہ کے کرم کے سزاوار ہو گئے	۴۵
۱۳	یہ اگر اُنؐ پہ واردی ہوتی	۴۷
۱۴	حسینؑ ابنِ علیؑ کی پیرویِ مصطفےٰؐ تو نے	۴۹
۱۵	نام ہی کی نہیں رہی مخفیؔ ایک قطعہ	۵۱
۱۶	زخمِ دل میں نے زمانے سے چھپا رکھا ہے	۵۲
۱۷	جذبۂ دل کی کمی آج کے انسان میں ہے	۵۴

۱۸	غم الفت کی بات کس سے کہوں	۵۵
۱۹	حسیں کوئی کہیں تجھ سا نہیں ہے	۵۶
۲۰	مقابلے پہ جو ہمت کے ساتھ ڈٹ جائے	۵۸
۲۱	آئینہ گر دکھا دیا ہوتا	۶۰
۲۲	عشق کا یہ حاصل دیکھا ہے	۶۲
۲۳	جوابات ایسے سوالات کیسے	۶۴
۲۴	نگہہ شوق کی تسکیں کا ہے ساماں ہونا	۶۶
۲۵	تیر ظالم کا نشانہ ڈھونڈے	۶۸
۲۶	خدا کا شکر ابھی تک تو مان باقی ہے	۷۰
۲۷	وہ تصور میں جب نہیں ہوتے	۷۲
۲۸	خیالِ گیسوئے جانِ بہار کافی ہے	۷۴
۲۹	سلسلہ جب سے کائنات کا ہے	۷۶
۳۰	پیدا وہ حالات کریں	۷۸
۳۱	روداد غمِ عشق کو دہرانے سے حاصل؟	۸۰
۳۲	اُن کے آنے کی آج شہرت ہے	۸۲
۳۳	بازو ہے مرا تکیہ اور فرش بچھونا ہے	۸۴
۳۴	ہو گی شامِ الم کی سحر دوستو	۸۶
۳۵	اللہ اس جہان میں لانے کا شکریہ	۸۸
۳۶	بے مثل اک مہینہ رمضان کا مہینہ	۹۰
۳۷	نہ پوچھو کہ ہم دل کہاں چھوڑ آئے	۹۱
۳۸	یہ نہ دیکھو کیا نہیں لائے کیا لائے ہیں ہم	۹۳
۳۹	جا تو رہی ہوں میں اب کے ہندوستان کو میں	۹۵

۴۰	جب نواسوں اور نواسیوں سے الفت ہوگئی	۹۷
۴۱	ہمیشہ آگے رہے تھے ہمیشہ آگے ہیں	۹۹
۴۲	وہ شکل کتنی حسین کتنی موہنی ہوگی	۱۰۰
۴۳	یہ خود فریبی ہماری ملاحظہ تو کریں	۱۰۱
۴۴	کر غسل کہ سنت ہو ادا عید کا دن ہے	۱۰۳
۴۵	آہوں کو قہقہوں میں سموئے ہوئے ہیں ہم	۱۰۵
۴۶	سامنے اپنے پیچھے پرائے	۱۰۷
۴۷	دل لگانے کی یہ سزا پائی	۱۰۹
۴۸	ایسا کبھی نہ مجھ کو خدایا دکھائی دے	۱۱۰
۴۹	مونگ کی دال کیوں پکائی ہے	۱۱۱
۵۰	شعر لکھنے کو اٹھایا جب قلم	۱۱۳
۵۱	یہ اگر بزم میں نہیں آتیں	۱۱۶
۵۲	فن کی نیاز کے عظمت سمجھو	۱۱۷
۵۳	جب حسن چشتی سے کی ہے گفتگو	۱۱۸
۵۴	عشقِ شہِ لولاک لمّا سے جس کا دل آباد ہے	۱۱۹
۵۵	آرام کے جو ساتھ گزرتی ہے زندگی	۱۲۱
۵۶	مخفی کو اس کے خوابوں کی تعبیر مل گئی (بچوں اور ان کے بچوں کے لئے)	۱۲۲

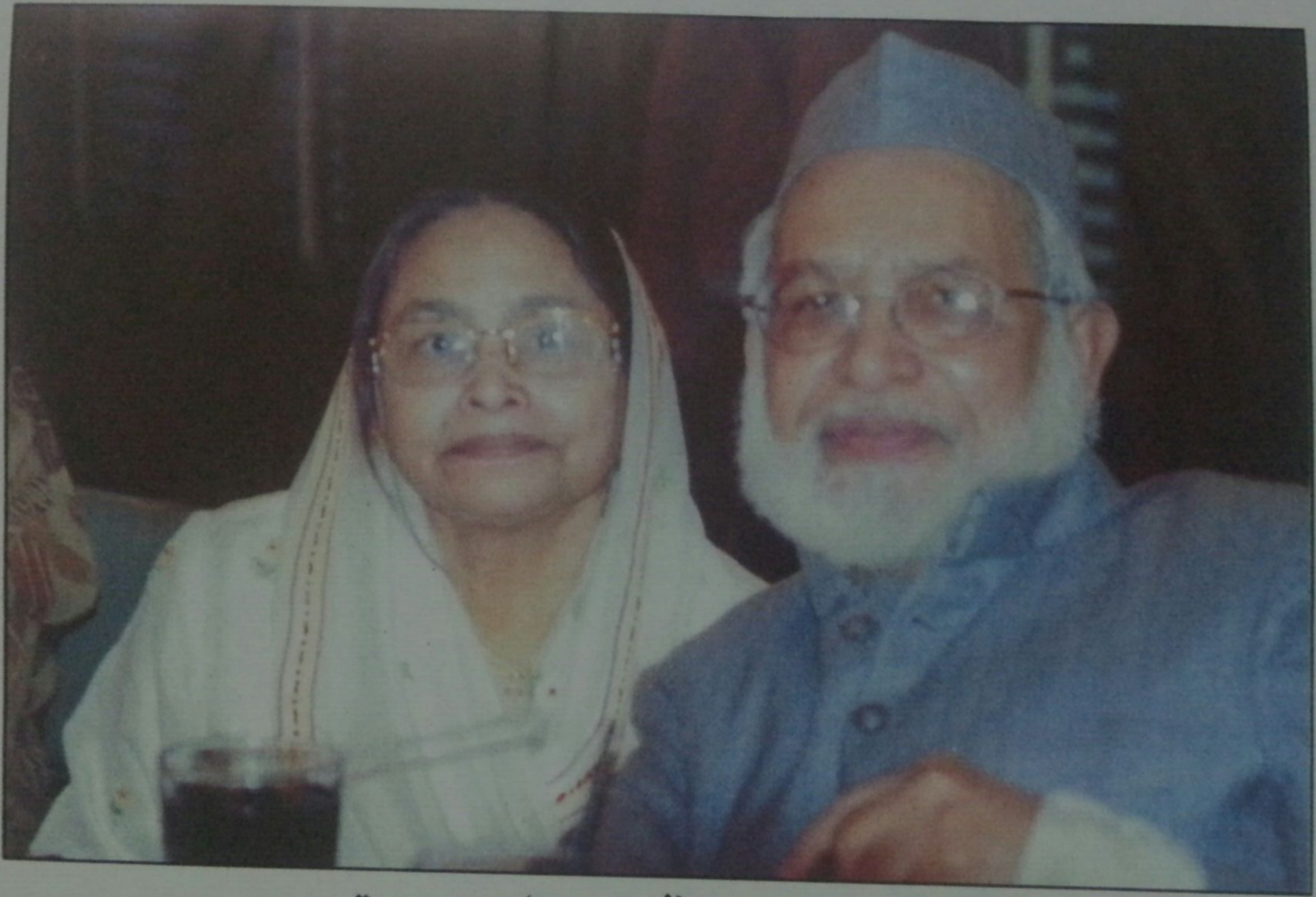

مرتب حامد امروہوی اور مصنّفہ مخفی امروہوی کی ایک یادگار تصویر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

متاعِ مخفی

سردار خانم مخفی کی سچی اور سادہ شاعری کا ایک آئینہ جس میں زندگی نظر آتی ہے

میرے قریبی اعزاء واحباء جانتے ہیں کہ میں تعلقات کو بہت زیادہ اور تیزی سے بڑھانے کے ہنر کے لحاظ سے فطرتاً بے ہنر ہوں لیکن زیرِ نظر مجموعۂ کلام کی مصنفہ کے شریکِ حیات مرزا حامد حسین حامدؔ امروہوی سے میں ان کی زبان سے پہلی بار سرکارِ دو عالم سیدنا وشفیعنا حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم کی شان میں نعت شریف کے اشعار سنتے ہی دل ان کے مداحوں میں شامل ہونے کے لئے مچل گیا اور جلد ہی اس عاشقِ رسول نے اپنے وسیع اخلاق سے مجھ کو پوری طرح مسخر کر لیا اور میں کئی بار شکاگو میں ان کے دولت کدہ پر جس کا نام موصوف نے نعت کدہ رکھا ہے مقیم بھی ہوا اور ان کی بیگم صاحبہ سے متعارف ہوا۔ میں نے نعت کدہ کی خاتون اوّل میں ایک نہایت باوقار اور سلیقہ شعار بیوی اور بے حد شفیق ماں۔ نانی۔ دادی کی پرخلوص اور بے لوث ممتا اور محبت کی مہک بھی محسوس کی۔ تھوڑی سی قربت کی سعادت نصیب ہو جانے کے بعد میں نے ایک دن حامد بھائی سے سوال کر ڈالا جب یہ بات سب جانتے ہیں کہ صحبت صالح ترا صالح کند تو، صحبت شاعر ترا شاعر کند کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے بالفاظِ دیگر میں نے ان سے یہ پوچھا کہ کیا ان کی بیگم صاحبہ بھی شعر کہتی ہیں تو انہوں نے نہ صرف جواب ہاں میں دیا بلکہ ان کے کچھ منتخب اشعار بھی سنائے۔ جس پر میں نے ایک اور سوال کر ڈالا کہ ان کی بیگم مخفیؔ کا مجموعۂ کلام کب مرتب ہوگا اور ان کا جواب تھا کہ شاید جلد ہی۔ پھر اس کے بعد میں

جب بھی حامد امروہوی سے ملا، خاص طور پر جب ان کے کسی مجموعۂ کلام کے سلسلے میں جب بھی شکا گو آیا تو ان سے تقاضہ کرتا رہا کہ محترمہ مخفیؔ کا مجموعۂ کلام کس مرحلے تک پہنچا۔ بالآخر وہ مبارک ساعت آگئی کہ موصوفہ کے مجموعۂ کلام 'متاعِ مخفی' کا مسودہ مجھے مل چکا ہے اور حامد بھائی کی فرمائش کے مطابق میں نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کرلیا ہے اور میرے تاثرات محترمہ مخفیؔ کی شاعری کے متعلق یہ ہیں کہ۔

(۱)۔ مخفیؔ بنیادی طور پر غزل کی شاعرہ ہیں۔ غزل کے لازمی موضوعات تو حسن و عشق جیسے وسیع موضوعات اور ان سے متعلق موضوعات۔ ناز حسن و نیاز عشق۔ زلف دراز و سیاہ اور نگاہِ دل دوز یا لب گلگوں، ہجر و وصال۔ شکوہ و عرضِ مدعا وغیرہ وغیرہ سمجھے جاتے ہیں مگر عصر حاضر کی غزل اپنے لغوی معنی سے کہیں زیادہ وسیع ہو چکی ہے اور اس پر ایوانِ غزل کے ایک ستون، حضرت جگرؔ مرادآبادی مرحوم نے فرمایا تھا۔

'غزل میں یہ وسعتیں کہاں تھیں شعورِ فکر و نظر سے پہلے' ان کی اس غزل کا مطلع تھا۔

مری طرف سے یہ کوئی کہدے مجاہد بے خبر سے پہلے
صفائے قلب و نظر ہے لازم جہادِ تیغ و تبر سے پہلے

سو مخفیؔ نے بھی زندگی کے مشاہدات اور تجربات کو بلکہ خالص نسائی احساسات کو بھی غزل کے آبگینے میں اپنے خوبصورت انداز میں ڈھالا ہے کہ فکر کی جودت سے فن کا پیمانہ بھی خوب منوّر ہو جائے یعنی فنِ شاعری کے محاسنِ لازمی، پاکیزگیِ خیال، فصاحتِ زبان اور نغمگیِ الفاظ کا اہتمام بھی بخوبی ہو جائے اور ساتھ ہی سچے اور حقیقی جذبات کی ترجمانی بھی سادہ اور حقیقت طراز رویہ کے ساتھ کی جائے کہ بے شمار لوگوں کو خصوصاً خواتین کو ایسی گداز نغمگی اور پرخلوص اظہار جذبات میں شامل کرلیا جائے کہ

قارئین کو اشعار میں خود اپنے ذاتی تجربات اور احساسات منظوم شکل میں نظر آئیں۔ مخفیؔ نے توکل علی اللہ اور عظمتِ انسانیت کو مدنظر رکھ کر عرفانِ ذات، عرفانِ حیات، رواداری، رشتہ داری، آبائی وطن کی مٹی سے دائمی وابستگی، کردار کی نفاست، ایمان کی پختگی، امور خانہ داری، استواری شیرازۂ خاندان، آل واولاد کے لئے منازلِ ارتقائی اور ان کی فلاح و بہبود کیلیئے دلی تمناؤں اور دعاؤں جیسے انسانی احساسات و تجرباتِ حیات کو غزل کی نرم آغوش مہیا کی ہے ان کی شاعری ان کے جذبات کی سادگی اور سچائی کی ترجمان ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے متعلق خود بھی بالکل صحیح کہا ہے کہ۔

شاعری میری کیا ہے اے مخفیؔ
دل کی آواز لب پہ آئی ہے

یہ بات حضرت جگرؔ مراد آبادی مرحوم کے ایک چہیتے شاگرد مُحِبّی شکیلؔ بدایونی مرحوم نے بھی کہی تھی ۔انھوں نے کہا تھا کہ۔

میں شکیلؔ دل کا ہوں ترجماں کہ محبتوں کا ہوں رازداں
مجھے فخر ہے مری شاعری مری زندگی سے جدا نہیں

(۲) شمالی امریکہ (بشمول کنیڈا) کے بیشتر اردو زبان کے شعراء معاشی اور بعض معاشرتی و معاشی دونوں قسم کے مسائل اور حالات سے دوچار ہو کر اپنے آبائی وطن سے دور رہائش پذیر ہو گئے ہیں اور یہاں ایک طرح کے تہذیبی جہاد میں مصروف ہیں اور اپنے ماضی کی یادوں کے ساتھ ساتھ روشن تر مستقبل کے لئے بھی بڑے حوصلے کے ساتھ کوشاں ہیں۔ ایسے جہاد میں انکی شاعری میں غیر شعوری طور پر بعض الفاظ کا بار بار استعمال ہوتا ہے جو شاعر کی نفسیات یا اسکی شخصیت کے کسی پہلو کی طرف اسطرح

اشارہ کر جاتا ہے کہ شاعر کو اسکا احساس تک نہیں ہونے پاتا۔ محترمہ مخفی کے اس مجموعہ کلام میں شامل صرف پچیس روایتی غزلوں میں لفظ "غم" اُنیس ۱۹ مرتبہ آیا ہے۔ کہیں مفرد طور پر اور کہیں مرکبات مثلاً غمِ جاناں۔ غمِ دل۔ غمِ الفت۔ غم گسار وغیرہ ہیں۔ میرے خیال میں یہ لفظ "غم" ان کے گداز لہجہ کا آئینہ دار ہے اور کلاسیکی غزل کے لازمی جز کی طرح ہے لیکن مخفی کا غم کسی منفی نوعیت یا ناکامی کے بجائے ناکامیوں سے حوصلے کے ساتھ نبرد آزمائی کے فکری جذبات کا حامل ہے اور اسطرح جیسے ناکامیابی، کامیابی کی جان ہوتی ہے، نئی نسل کے مستقبل کی تعمیر کا معتبر ضامن ہے۔

(۳) مخفی کے اس پہلے مجموعۂ کلام میں مذکورہ پچیس غزلوں کے ساتھ ساتھ شگاگو کی اہم تقریبات۔ شخصیات اور غیر معمولی واقعات کے سلسلہ میں پیش کئے گئے نو ۹ عدد منظوم تاثرات، طنز و مزاح کے تین ایسے منظوم نمونے جن کا موضوع بیشتر ان کے محبوب شریک حیات ہیں اور متعدد منظوم محبت نامے اور دعائیہ نظموں یا قطعات کی صورت میں جو انھوں نے اپنے بچوں اور بچیوں کے بچوں کے لئے لکھے ہیں شامل ہیں۔ مجموعۂ کے اولین صفحات یعنی مجموعہ کی پیشانی دو حمدوں، سات نعتوں اور ایک منقبت سے جگمگا رہی ہے۔

(۴) اب آیئے ذرا ان کے نمونۂ کلام کو مذکورۂ بالا تاثرات کی روشنی میں دیکھیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے حمد کا یہ ایک بہت سادہ مگر بہت اعلی شعر جسمیں عقیدت اور تمنا کا حسین و بہترین امتزاج مخفی کی ایمان کی پختگی پر دال ہے ملاحظہ فرمایئے۔

شکر اس کا ادا نہیں ہوتا
ورنہ ہونے کو کیا نہیں ہوتا

نعت شریف کے تین اشعار بھی دیکھئیے جو مخفی کی ذہنی طہارت کے گواہ ہیں بہت عمدہ اور قابل توجہ ہیں

بطور مشتے نمونہ از خروارے یہاں پیش کئے جارہے ہیں۔

اللہ کے کرم کے سزاوار ہوگئے
''آقا بنے جو بندۂ سرکار ہو گئے''

آئین ہی کچھ ایسا ہے زندانِ عشق کا
آزاد وہ ہوئے جو گرفتار ہو گئے

وہ اور ہیں جنھیں حسرت ہے غمگساروں کی
غمِ حبیبؐ مرا غمگسار کافی ہے

آبائی وطن کی یاد میں اشک خوں کی رنگیں بیانی بھی دیکھئے۔

ڈھالوں گی غمِ دل کو الفاظ کے پیکر میں
اب خونِ تمنا کو شعروں میں سمونا ہے

ہے ہاتھ مرا تکیہ اور فرش بچھونا ہے
یادوں کے سوا گھر میں چاندی ہے نہ سونا ہے

خدا کا شکر ابھی تک تو مان باقی ہے
پرانے شہر میں اپنا مکان باقی ہے

جہانِ ہستی میں پھولیں پھلیں مرے بچے
کہ جن سے آبروے خاندان باقی ہے

بسا لاتے سانسوں میں ہم اسکی خوشبو
مہکتا ہوا گلستاں چھوڑ آئے

نہ پوچھو کہ ہم دل کہاں چھوڑ آئے
جہاں اپنے بچے وہاں چھوڑ آئے

جا تو رہی ہوں اب کے بھی ہندوستاں کو میں
لیکن نہ دیکھ پاؤں گی اب اپنی ماں کو میں

مخفیؔ مجھے یقین ہے روز جزا کے بعد
باغِ جناں میں پاؤں گی پھر اپنی ماں کو میں

رودادِ غمِ زیست کو دہرانے سے حاصل؟
انجام نہ ہو جسکا اس افسانے سے حاصل ؟

پہلے سے در و بام ، در و بام نہیں ہیں
اے کنجِ قفس اب مجھے گھر جانے سے حاصل ؟

اب ذرا دیارِ غیر میں مکان بنا کر گھر کی طرح رہنے کے حوصلے دیکھیئے۔

بغیر اپنے بچوں کے مخفی نہ پوچھو
شکاگو میں گزرے ہیں دن رات کیسے

جب نواسوں اور نواسیوں سے الفت ہو گئی
ہے خدا کا شکر پوری ایک سنت ہو گئی

میرے اور بچو ں کے بچے میرے دل کے ٹکڑے ہیں
شاد و خرم دیکھ کے ان کو میرا دل بھی شاد رہے

دادا دادی نانا نانی ہر دم یہ دیتے ہیں دعا
اپنے اپنے گھر کو بسا کر ہر بچہ آباد رہے

دیارِ غیر میں غیروں کی کیا شکایت ہو
یہاں تو خون کے رشتے بھی کچے دھاگے ہیں

میں جن کو اپنا سمجھ بیٹھی بھول سے مخفی
وہ مجھکو مارنے والوں میں سب سے آگے ہیں

زندگی کے دن گزارے ہیں جو سب کے ساتھ ساتھ
یاد آئے ہیں تو اکثر سو نہیں پائے ہیں ہم

اپنے بچوں کا ہے مستقبل نظر کے سامنے
کیسے کہہ دیں آ کے امریکہ میں پچھتائے ہیں ہم

بچے جو میرے آ گئے ہندوستان سے
توقیر ان سے میری بڑھانے کا شکریہ

اپنے نبیؐ کے صدقے میں تو نے عطا کیا
اللہ اس حسین ٹھکانے کا شکریہ

اپنی شاعری کے متعلق فرماتی ہیں۔

شعر کہنے کا سلیقہ دین ہے سسرال کی
میری یہ نسبت ہی مخفیؔ وجہِ شہرت ہو گئی

شاعری کیا ہے میری اے مخفیؔ
دل کی آواز لب پہ آئی ہے

نام ہی کی نہیں رہی مخفیؔ
کام کو بھی بچا کے رکھا تھا

کتنا مشکل ہے سوچئے تو ذرا
اپنے فن کو چھپا کے رکھا تھا

اوراب مخفیؔ کا رنگِ تغزل بھی ملاحظہ کیجئے۔

ان سے ملنے کے بعد سمجھی ہوں
زندگی کتنی خوبصورت ہے

عقل والے کہاں سمجھتے ہیں
عشق انسان کی ضرورت ہے

وضعداری اسی کو کہتے ہیں
جس سے الفت تھی اس سے الفت ہے

وہ بھی شامل مرے غمگساروں میں ہے
آج غم ہو گیا معتبر دوستو

غم کو مخفی چھپا کے رکھا ہے
سب سے کہدوں تو کیسے ہنستی رہوں

زخمِ دل میں نے زمانے سے چھپا رکھا ہے
اک تبسم ہے جو ہونٹوں پہ سجا رکھا ہے

ہے ترے غم کو مرے دل کی تلاش
بے ٹھکانا ہے ٹھکانا ڈھونڈے

حُجرۂ جاں میں ملا جلوہ فگن
جسکو صحرا میں دِوانہ ڈھونڈے

اوراب ذرا ذائقہ بدلنے کے لئے دیکھئے کہ مخفیؔ اپنے محبوب شریکِ حیات کی شان میں کیسے محبت بھرے طنز ومزاح کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے اپنی نواسی مریم سے مخاطب ہوکر کہتی ہیں۔

مریم بتاؤں کیا ترا نانا دکھائی دے
بچوں میں بچہ بوڑھوں میں بوڑھا دکھائی دے

اس کی برائی لاکھ زمانہ کرے مگر
مخفی مرا میاں مجھے اچھا دکھائی دے

پس مخفی نے اپنے سادہ اور سچے جذبات کا ایک باوقار نسائی لہجہ میں فن شاعری کے قواعدو ضوابط میں رہ کر احتیاط کے ساتھ ذاتی وارداتِ قلبی کو ایسے دلکش انداز میں بیان کیا ہے کہ ہر شخص بالخصوص ہر خاتون کو ایسا لگے گا کہ جیسے مخفی کا کلام اسکے اپنے احساسات کا آئینہ ہے اور میری رائے میں یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ مجھے امید بلکہ یقین ہے کہ دنیائے اردو ادب میں اس مجموعے کی وہ پذیرائی ضرور ہوگی جس کا یہ بلاشبہ مستحق ہے۔ میں موصوفہ کی خدمت میں اُن کے اس پہلے قابلِ رشک ادبی کارنامہ پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں

دعاجو و دعاگو

سید محمد حنیف اخگرؔ ملیح آبادی

حلقۂ صدر فن وادب شمالی امریکہ لنک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب حامدؔ امروہوی اور محترمہ تحفّی صاحبہ (جوانکی رفیقہ حیات ہیں) دونوں شعر کہتے ہیں۔ حامد صاحب صرف نعت لکھتے ہیں اس میں انکو یہ کمال حاصل ہے کہ امریکہ کے ہر اسٹیٹ میں جہاں جہاں اردو بولنے والوں کا بسیرا ہے انہیں نعت پڑھنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ انکے اب تک نعتوں کے دو مجموعے چھپ چکے ہیں اور اردو ادب میں نعتیہ شاعر کی حیثیت سے انہیں استناد حاصل ہے۔

اس وقت میرے سامنے محترمہ تحفّی صاحبہ کا کلام ہے اور مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں اُنکی شاعری سے متعلق اپنی رائے پیش کروں رائے دینے سے پہلے میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ شکاگو کے ہر مشاعرے میں اُنکی خوبصورت شاعری پر دِل کھول کر داد دینے والوں میں سب سے زیادہ پیش پیش میں ہی رہتا ہوں۔ مجھے اُنکی شاعری بیحد پسند ہے اور مُجھے امید ہے کہ ہر قاری بھی انکی شاعری سے متاثر ہوگا اور پسند کرے گا۔

تحفّی صاحبہ خاتونِ خانہ ہیں گھر اور اپنے بچوں میں گھری رہنے کے باوجود وہ اتنی اچھی اور سچی شاعری کی شاعرہ ہیں حیرت کی بات تو یہ ہے کہ انکی زیادہ تر شاعری غزل کی صنف میں ہے اور غزل بھی ایسی سجی ہوئی ہے کہ ہر غزل کا ہر شعر یوں لگتا ہے کہ 'کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جاں ایں جاست'

تحفّی صاحبہ امروہہ کے اُس خاندان کی بہو ہیں جسکا ہر شخص شاعر ہے۔ اس خاندان کے سرپرست حضرت رؤف امروہوی تھے۔ اس گھر میں اک محفل نعت خوانی جو ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ منعقد ہوتی ہے تقریباً ۸۳ سال سے ہوتی آرہی ہے اور بغیر کسی ناغہ کے۔ تحفّی صاحبہ کی کہی ہوئی نعتیں بھی اس

مجموعہ میں شامل ہیں وہ بھی اپنی سادگی اور پُرکاری میں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ ویسے اُن پر اُردو شاعری کی کوئی بھی صنف بند نہیں ہے مگر اُنکا رجحان زیادہ تر غزل کی طرف ہے اور اُنکی غزل بلا مبالغہ سہلِ ممتنع کی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ بیسویں صدی سے اُردو شاعری میں خواتین کی شرکت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ نظم اور نثر میں اُنکی شمولیت اب کوئی نئی بات نہیں۔ لیکن مخفی صاحبہ بحیثیت شاعرہ اُن کی فہرست میں شامل نہیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اس خصوص میں مخفی رہنا انھیں پسند ہے۔ حامد امروہوی صاحب کے ابتک دو نعتیہ دیوان شائع ہو چکے ہیں انکی اہلیہ جو ان کے ساتھ شکاگو اور امریکہ کی دیگر ریاستوں میں جاتی ہیں اور اپنا کلام سناتی ہیں مگر اپنے کلام کی اشاعت سے اب تک کتراتی رہی ہیں اب شاید اپنے شوہر کے اصرار پر اسکی اشاعت پر راضی ہوگئی ہیں۔ مخفی صاحبہ کی شاعری ۔۔ اپنی سج دھج میں آجکل کی خواتین شاعرات سے بالکل مختلف ہے۔ سیدھی سادی ہے۔ مفرس اور معرب الفاظ سے خالی۔ آورد نہ آمد پر کاربند ہے۔ اتنی سبک اور سہل ہے کہ براہِ راست قاری کے دل میں اتر جاتی ہے۔

مخفی صاحبہ کی شاعری کا یہ بھی اک رُخ ہے کہ سہلِ ممتنع کو بڑی خوبی سے برتتی ہیں۔ مثلاً ۔۔۔

پیدا وہ حالات کریں
صبح جیسی رات کریں

دل کی کلی جس سے کھِل جائے
ایسی کوئی بات کریں

آپ کے رخ پہ دن کو واریں
زلف پہ صدقے رات کریں

آپ کے حُسن کی جو شہرت ہے
یہ میرے عشق کی بدولت ہے

وضعداری اسی کو کہتے ہیں
جس سے اُلفت تھی اُس سے اُلفت ہے

یہ دوشعر بھی غزل کے ملاحظہ کیجئے۔

بازو میرا تکیہ ہے اور فرش بچھونا ہے
یادوں کے سِوا گھر میں چاندی ہے نہ سونا ہے

کاہے کی خوشی لوگو بیکار کا رونا ہے
تقدیر کی باتیں ہیں ہونا ہے سو ہونا ہے

اپنی شاعری کو شعر کہنے کا سلیقہ دین ہے سسرال کی مخفی صاحبہ سسرال کی دین سمجھتی ہیں میری یہ نسبت ہی مخفی وجہ شہرت ہو گئی جو ایک حقیقت ہے۔

جذبۂ عشق مزا تو جب ہے
مجھکو وہ جان زمانہ ڈھونڈے

دل تری بزم میں جانے کے لئے
روز اک تازہ بہانہ ڈھونڈے

سادگی جان کو آجائیگی
مرغِ جاں دام میں دانہ ڈھونڈے

مخفی کی غزل میں وہ لوازمات بھی ہیں جو غزل کو مطلوب ہیں۔

عشق کا یہ حاصل دیکھا ہے
ٹکڑے ٹکڑے دِل دیکھا ہے

آنکھ کُھلی ہے طوفانوں میں
ہم نے کب ساحل دیکھا ہے

بخشا ہے قسامِ ازل نے
جس کو جس قابل دیکھا ہے

۞

جو ساحل سے تماشہ دیکھتے ہیں
انہیں طوفاں کا اندازہ نہیں ہے

مرا چہرہ حسیں ہے گرد رہ سے
مجھے اب حسرت غازہ نہیں ہے

تمام ہو گئے سب تیر ان کے ترکش کے
ہمارے دل کی آن بان باقی ہے

زمین قدموں کے نیچے سے کھینچنے والو
ہمارے سر پہ ابھی آسمان باقی ہے

وہ تصور میں جب نہیں ہوتے
روز و شب روز و شب نہیں ہوتے

لوگ جو غم میں ساتھ دیتے ہیں
پہلے ہوتے تھے اب نہیں ہوتے

ہر کسی پر کرم نہیں ہوتا
محرم راز سب نہیں ہوتے

انکی شاعری ہر چند روایتی انداز اختیار کئے ہوئے ہے لیکن اس کی زبان اور اسلوب خصوصاً انکی غزل کا لہجہ ایسا ہے جو روایات کے علی الرغم جدیدیت کا مرہونِ منت ہے۔

انکا مجموعۂ کلام حمد اور نعت سے شروع ہوتا ہے۔ حمد دو شعروں پر مشتمل ہے مگر دیکھئے کس قدر سادگی سے حمد کا مرحلہ طے ہو رہا ہے۔

حمد

یہ جو نزدیک رگِ جاں ، تو ہے
میرے بیڑے کا نگہباں ،تو ہے

جسکو ہر کام ہے مشکل ، میں ہوں
جسکو ہر کام ہے آساں ،تو ہے

مخفی کی شاعری کی زبان اور اس کا لہجہ روزمرّہ کی بول چال پر مشتمل ہے اور اپنی الگ پہچان رکھتا ہے۔ احتجاج اور تلخ نوائی سے یکسر پاک ہے۔ انکا دائرہ خیال اور فکر کی جولانگاہ اِن کا گھر انکے بچے ،انکے پوتے نواسے اور اِن کے رفیق حیات ہیں مگر غزل انکی محض اِن ہی موضوعات کیلئے مختص ہو کر نہیں رہ گئی ہے بلکہ غزل کے سارے لوازمات سے بھی مالا مال ہے چنانچہ انکی غزل کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

تیر ظالم کا نشانہ ڈھونڈے
جس طرح کوئی خزانہ ڈھونڈے

وہ منانے سے کہاں مانے گا
روٹھنے کا جو بہانہ ڈھونڈے

اب آخر میں چند نمونے انکی شاعری کے جن میں مزاح بھی ہے اور اپنے بچوں سے مخاطبت بھی اور شاعر کی قادرالکلامی کے جوہر بھی سامنے آتے ہیں۔

دل لگانے کی یہ سزا پائی
مجھ سے آگے ہے میری رسوائی

اپنی اپنی سب کو پڑی ہے
کوئی کس کو کیا سمجھائے

عشق کا رستہ کھیل نہیں ہے
جو ڈرتا ہے وہ گھر جائے

وقت کے مخفی ڈھنگ نرالے
کھو جائے تو ہاتھ نہ آئے

۞

سامنے اپنے پیچھے پرائے
ایسوں سے اللہ بچائے

اشک نے کہدی دل کی کہانی
گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

دیکھو دیکھو ہاتھ نہ پھیلے
اپنے ہو جائینگے پرائے

رباب مرزا ، پوتی کے نام۔

رونق گلستان گلاب سے ہے
روشنی دِن میں آفتاب سے ہے

کچھ کسی سے ہے اور کسی سے کچھ
میرے گھر میں خوشی رباؔب سے ہے

متذکرہ بالا اشعار نمونہ از خروارے ہیں۔ مخفی صاحبہ کا پورا مجموعہ کلام ایسے شعروں سے بھرا ہوا ہے میں مخفی صاحبہ اور حامد امروہوی کو اس مجموعہ کی اشاعت پر دلی مبارک باد دیتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ کلام مخفی شہرت عام حاصل کرے گا۔

خاکسار
نیاز گلبرگوی
شکاگو
9/12/05

مخفیؔ امروہوی

ایک تصوراتی مکالمہ اشعار کی روشنی میں

ایک پروگرام کے سلسلہ میں سوچا کیوں نہ ڈیلیس سے ڈاکٹر سکینہ پنہاںؔ کو مہمان شاعرہ کے طور پر بُلا لیا جائے۔ لیکن محترمہ تھیں کہ اپنے تخلص کے مانند کہیں ایسے جا کر چھپ گئی تھیں کہ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملیں۔ ایک صاحب سے پوچھا تو انھوں نے کہا، ''جناب آپ شکاگو کے حامدؔ امروہوی سے معلوم کیجئے انھیں ہی معلوم ہوگا۔'' ہم نے پوچھا ''وہ کیوں؟'' جواب مِلا، ''بھئی! جب مخفیؔ کو ڈھونڈ سکتے ہیں تو ضرور پنہاںؔ کو بھی تلاش کر ہی لیں گے۔'' ہمیں بے ساختہ ہنسی آ گئی لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی خیال آیا کہ کافی عرصہ سے حامدؔ صاحب اور مخفیؔ بھابی سے ملاقات بھی نہیں ہوئی، اسی بہانے اُن سے مل ہی آئیں۔ اُن کا گھر ہمارے گھر سے کوئی پندرہ میل کے فاصلے پر تھا۔ اُن کے گھر کے قریب پہنچ کر ہم نے حامدؔ صاحب کے گھر فون کیا۔ مخفیؔ بھابی نے فون اُٹھایا۔ ہم نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے پوچھا، ''بھابی آپ کے کیا حال ہیں؟'' دوسری جانب سے آواز آئی:

کہوں کیوں حال میں اپنا کسی سے
جو کہنا ہے کہوں گی خود نبیؐ سے

ہم نے کہا،''اُس میں تو ابھی بہت عرصہ لگے گا، آپ ہمیں ہی اپنا حال بتا دیجئے۔''ہنس کر بولیں، ''تمہیں کیسے معلوم کس کے کتنے دِن باقی ہیں؟''۔ہم نے کہا،''ہم نے یہ دعویٰ تو نہیں کیا، بس آپ کی زندگانی کے بارے میں پوچھ رہے تھے کہ آج کل کیسے گزر رہی ہے؟''۔بولیں:

زندگانی اس قدر آساں نہ تھی
میرے آقاؐ کی بدولت ہو گئی

ہم نے کہا،''کیا بات ہے، آپ کی ہر بات میں رسول پاکؐ کا تذکرہ کیوں؟''۔کہا،''بھئی عرفان جب سے نبیؐ پاک کا روضہ دیکھا ہے، دل چاہتا ہے میری زباں سے جو بھی لفظ نکلے، اُنؐ کے لئے ہی نکلے۔اس لئے میں نے غزل کہنا تو چھوڑ ہی دی۔کیونکہ:

اِک روز میں جو حاضرِ دربار ہو گئی
اُس دِن میرے نصیب بھی بیدار ہو گئے

اور عرفانؔ ایک بات اور، بس ایسا لگتا ہے کہ:

کرم مجھ پہ آقاؐ کا مخفیؔ ہوا
جو مانگا، وہ مجھ کو عطا ہو گیا

پھر جیسے چونک کر بولیں،''ارے تم ہو کہاں! اتنے عرصے سے، نہ ہی فون کیا اور نہ ہی ملنے آئے۔''ہم نے کہا''بزنس کی وجہ سے کافی مصروفیت رہی اور پھر اُردو رائیٹرز سوسائٹی کے بھی کافی پروگرام چل رہے تھے، بس انھیں چکروں میں آنا نہ ہوسکا''۔فوراً کہا:

ہم سے آپ کا آئینہ کہہ دے آئینہ کہاں
آپ کو پایا تو کرنا مرے امکاں میں ہے

ہم نے کہا: ''بھابی! آنے کا جہاں تک تعلق ہے تو آپ کہیں تو ہم ابھی آ سکتے ہیں''۔ (دس منٹ بعد) ہم ان کے گھر کے سامنے تک پہنچ گئے: ''ابھی سے کیا مطلب ہے تم ہو کہاں؟'' ہم نے کہا: ''آپ کے گھر کے سامنے ہی گاڑی پارک کر کے کھڑے ہوئے ہیں''۔ بولیں: ''ارے! تو اندر کیوں نہیں آتے ہو؟'' ہم نے فون بند کر دیا۔ گاڑی سے نکل کر دروازے کی گھنٹی بجائی تو محقی بھابی دروازے میں ''ظاہر'' ہو گئیں۔ ہمیں اندر بلایا اور ہم جا کر ان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔ ہم نے پوچھا: ''بھابی حامد صاحب کہاں ہیں؟'' بولیں: ''ابھی نکلے تھے گھر سے، کہہ کر گئے تھے کہ میں فوراً ہی واپس آتا ہوں لیکن ہوشہ:

وہ جان بوجھ کے آنے میں دیر کرتے ہیں
مگر یہ کہتے ہیں پیچھے مری گھڑی ہو گی

ہم نے کہا: ''آپ گھر میں اکیلی ہی ہیں کیا؟'' محقی بھابی نے مسکرا کر کہا:

ہے ہاتھ مرا تکیہ اور فرش بچھونا ہے
یادوں کے سوا گھر میں چاندی ہے نہ سونا ہے

لیکن مرطان!

کب اکیلی رہی ہوں میں محقی
وہ تصور میں کب نہیں ہوتے

ہم نے کہا، ''اگر تصور میں ہی کسی کو بسانا ہے تو پھر۔۔۔۔۔۔''۔ ہماری بات کاٹتے ہوئے کہا:

اُس کی بُرائی لاکھ زمانہ کرے مگر
مخفی مرا میاں مجھے اچھا دکھائی دے

تو پھر مجھے کسی اور کو تصور میں بسانے کی کیا ضرورت اور وہ بھی اس عمر میں، جب تصور پرواز کرتا تھا، جب بھی یہی تھے اور اب جب تصور کے تھکنے کا وقت آیا ہے تو بھی یہی ہیں''۔ ہم نے پوچھا، ''ایک ذاتی سوال کریں آپ سے؟''۔ فرمایا، ''اب زیادہ ہی ذاتی نہ پوچھ لینا''۔ ہم نے ہنس کر پوچھا، ''یہ بتائیے کہ آپ لوگوں کی شادی کو لگتا ہے صدیاں گزر چکی ہیں، مطلب یہ کہ آپ دونوں میں اتنی ہم آہنگی اور اتنی ۔۔۔۔۔ مطلب یہ کہ۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔''ہمیں ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا، ''عرفان! تمھیں جو پوچھنا ہے وہ پوچھو، گھبراتے کیوں ہو؟''۔ ہم نے کہا، ''یہ بتائیں کہ جیسے ایک دن حامد صاحب بتا رہے تھے کہ شادی سے پہلے اُنہوں نے جب آپ کو دیکھا تھا۔۔۔''زور سے ہنسیں پھر بولیں، ''تمھارا سوال تو میں سمجھ گئی اور اس کا جواب اس طرح سمجھ لو کہ:

عشق کے سودے میں تھے دونوں برابر کے شریک
نام لیلیٰ کا نہیں مجنوں کی شہرت ہو گئی

کیونکہ کبھی میں نے یہ شعر بھی کہا تھا کہ:

جس کو اکثر وہ پڑھا کرتے ہیں سب سے چھپ کر
اک غزل ایسی بھی مخفی مرے دیوان میں ہے

ہم نے کہا، ''ہمیں آپ کے رویّے سے اندازہ تو تھا۔۔۔۔۔فوراً کہا

حال مخفیؔ کا سب پہ ظاہر ہے
کاش وہ بھی سمجھ گیا ہوتا

ہم نے پوچھا، ''کیا مطلب؟'' تو مخفیؔ بھابی نے کہا:

دِل میں کہنے کو تو بہت کچھ ہے
یہ مُروّت مِری کہ کچھ نہ کہوں

ابھی یہ کہہ ہی رہی تھیں کہ حامدؔ امروہوی گھر میں داخل ہوئے۔ہم سے بڑے تپاک سے گلے مِلے، ہماری خیریت پوچھی، پھر بھابی کی جانب دیکھ کر کہنے لگے،''ارے بھئی! آپ ابھی تک تیار نہیں ہوئیں، چلنا کب ہے؟''مخفیؔ بھابی نے جواب دیا:

مِرا چہرہ حسیں ہے گردِ رہ سے
مجھے اب حسرتِ غازہ نہیں ہے

اَب اور کیا تیاری کروں کیا پاؤڈر سُرخی تھوپ کر بیٹھ جاؤں''۔حامدؔ صاحب نے ہنس کر ہماری جانب دیکھتے ہوئے کہا،''دیکھا عرفانؔ میاں! سوال کچھ کرو، جواب کچھ ملتا ہے''۔مخفیؔ بھابی کب چوکنے والی تھیں، مسکرا کر کہا:

سوالات ایسے، جوابات کیسے
ہماری تمھاری بنے بات کیسے

حامد صاحب بہت زور سے ہنسے پھر مخفی بھابی سے کہا،'' بھئی بخدا ہم تو آپ کی بھلائی کے لئے کہہ رہے تھے''، تو مخفی بھابی نے کہا؛

قسم نہ کھا یہ مِرا دل ہے اس کی تسکیں کو
فقط زباں کا تِری اعتبار کافی ہے

ہم نے ہنستے ہوئے کہا،'' حامد صاحب ابھی آپ کے آنے سے پہلے ہی ہم بھابی سے کہہ رہے تھے کہ آپ دونوں میں ماشاءاللہ بہت ہم آہنگی ہے، اور آپ ہیں کہ بھابی کے پیچھے ہی پڑے ہوئے ہیں''۔
حامد صاحب نے مسکرا کر کہا،'' بھئی عرفان میاں! پیچھے تو ہم ان کے نہ جانے کب سے پڑے ہوئے ہیں اور بقول تمھاری بھابی کے:

اِس میں خطا کنوئیں کی نہ رسّی کا کچھ قصور
لٹیا خود اپنے آپ ڈبوئے ہوئے ہیں ہم

تو مخفی بھابی نے کہا:

وہ بُت نرالے ہمیں روز زخم دے دے کر
یہ دیکھتے ہیں ابھی کتنی جان باقی ہے

ہم نے بھابی سے مسکرا کر کہا،'' بھابی لگتا ہے کہ حامد صاحب کا اِس نوک جھونک میں پلڑا بھاری ہے''۔
بولیں:

میرے نصیب کا پانسا اگر پلٹ جائے
جو بازی ہار رہی ہوں ابھی اُلٹ جائے

حسن مجتبیٰ

لیکن مصیبت یہ ہے کہ:

ان سے ملنے کے بعد سمجھی ہوں
زندگی کتنی خوبصورت ہے

اور عرفان! یہ ٹھہرے عقل والے، اور تم تو جانتے ہی ہو کہ:

عقل والے کہاں سمجھتے ہیں
عشق انسان کی ضرورت ہے

حامد صاحب اور مخفی بھابی کو کہیں جانا تھا، اس لیے ہم نے اجازت چاہتے ہوئے بھابی سے کہا، ”بھابی ہم اب چلتے ہیں، ویسے آپ کب آ رہی ہیں ہمارے گھر؟“

غم ہائے روزگار سے فرصت اگر ملی
مخفی ادا کروں گی زمانے کا شکریہ

ہم نے کہا، ”غم ہائے روزگار؟ ہم تو سمجھے تھے آپ دونوں Retired ہو چکے ہیں، تو حامد صاحب نے ہنس کر کہا، ”عرفان میاں! ہم پہلے Retired ہوئے تھے اب ہم Re-Tired ہو رہے ہیں۔ یہ سُن کر ہمیں بے اختیار ہنسی آ گئی۔ پھر ہم نے اُنہیں خدا حافظ کہا اور اپنے گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔

عرفان مُرتضیٰ۔ لاس انجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

'عرضِ مرتب'

۱۹۸۹ء۔ ۱۹۹۰ء کے دوران اپنی بیماریوں اور کچھ دیگر حالات کی بنا پر اپنی بیٹی زہرا قادری کے اصرار پر امریکہ آنا طے کیا گیا اُسوقت میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے غیر تدریسی عملے سے منسلک تھا چھٹی منظور کرائی اور آنے کی تیاریاں کرتا رہا۔ سوائے بڑی بیٹی کے جو شادی شدہ ہیں اور یو پی کے محکمۂ صحت میں میڈیکل آفیسر ہیں سب ہی بچوں کو آنا تھا جب امریکن ایمبیسی میں انٹرویو ہوا تو معلوم ہوا کہ بیٹی ضیاء رؤف اور بڑا بیٹا محمد عامر مرزا اسوقت ساتھ نہ جاسکیں گے امریکہ جا کر اُن کو فائل کرنا ہوگا ۔ہم دونوں اور چھوٹا بیٹا محمد بابر مرزا آنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ جب ویزا لینے گئے تو معلوم ہوا کہ چھوٹا بیٹا بھی ساتھ نہیں جا سکتا یہ سن کر ہم دونوں نے اپنا آنا بھی ملتوی کرنا چاہا مگر سب اعزاء اور احباب کے اصرار پر آنے کو تیار ہو گئے اور ۱۹۹۱ء میں امریکہ آ گئے۔ اہلیہ نے ابتدا میں جاب کیا مگر اپنی صحت کی خرابی کی بنا پر کام نہیں کر سکیں۔

اور گھر ہی میں رہیں۔ زندگی میں بھی بچوں سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے۔ یہاں کی تنہائی نیا ماحول بچوں کی فرقت اور اُسوقت علی گڑھ کے مخدوش حالات عجیب پریشانی کا عالم تھا یہاں میری کسی سے واقفیت نہیں تھی رفتہ رفتہ لوگوں سے جان پہچان ہوئی اور میری مصروفیات بڑھیں۔ دینی محافل اور ادبی نشستوں میں جانا شروع ہوا۔ یہ اکیلی گھر میں اور گھبراتی تھیں طے ہوا کہ اب ہم دونوں ہی ہر محفل میں ساتھ جائیں گے خواہ وہ شکاگو میں ہو یا کہیں اور۔ ان کو ادب سے ہمیشہ ہی لگاؤ رہا ہے۔ جامعہ اردو علی گڑھ سے

ادیب کامل کرنے کے بعد علی گڑھ میں ذاکر حسین انگلش اسکول میں معلمہ بھی رہیں انکے گھر کا اور میرے گھر کا ماحول بھی ادبی تھا چنانچہ ان مشاعروں اور نشستوں نے اپنا رنگ دکھایا اور انکی صلاحیتیں روبہ کار آئیں۔ اور شعر کہنا شروع کر دیا مگر یہ شوق خود تک ہی محدود رہا۔ میں بھی کافی بعد میں آگاہ ہوا

یہ ہم دونوں کی خوش قسمتی کہ شکاگو میں ہمیں ایسے حضرات کی سرپرستی اور ساتھ میسر آیا جنھوں نے قدم قدم پر ہمیں سراہا اور رہنمائی فرمائی۔ ان میں سب سے اہم نام حضرت خواجہ ریاض الدین عطش مرحوم کا ہے وہ ہم دونوں کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ جب میں نے اُن سے ذکر کیا کہ یہ بھی شعر کہتی ہیں تو بہت خوش ہوئے اور بضد ہو کر ان کے شعر سنے۔ اُن ہی دنوں شکاگو کے مشہور علم پرور شاعر نواز جناب سید ذاکر کرم علی صاحب کے دولت کدے پر ایک مشاعرہ تھا۔ خواجہ صاحب نے ان کو غزل پڑھنے پر آمادہ کر ہی لیا یہ عجب اتفاق ہوا کہ اُسی مشاعرہ میں پہلی مرتبہ ہند و پاک کی معتبر و مشہور افسانہ و ناول نگار محترمہ رضیہ فصیح احمد صاحبہ بطور شاعرہ متعارف ہوئیں اور دونوں نے پہلا مشاعرہ پڑھا۔ دوسری شخصیت محترمہ صفیہ شہابی مرحومہ کی تھی جنکے مکان پر بہت سی نشستوں میں شرکت کی اور اُنھوں نے بہت ہمت افزائی کی۔ مشاعروں میں شکاگو کے مشہور اُستاد شاعر حضرت نیاز گلبرگوی نے خصوصی داد و تحسین سے نوازا۔ محترم ڈاکٹر عابد اللہ غازی صاحب نے بہت ہی خلوص و محبت سے محفلوں میں متعارف کرایا اور جناب حسن چشتی اور جناب رشید سنج اور نذر نقوی صاحب و ڈاکٹر احمد عبدالحکیم صاحب نے اپنا خصوصی تعاون عطا کیا۔

اللہ تعالیٰ خواجہ صاحب کے درجات کو بلند فرمائے اُنھوں نے ”بزمِ سخن“ کے ذریعہ اور دوسری جگہوں پر اصرار کر کے طرحی مشاعروں اور شعری نشستوں پر زور دیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر نشست کیلئے تیاری کی اور کلام میں اضافہ ہوا۔

لاس انجلس میں محترم شمیم رجز صاحب مدظلہ اپنے دولت کدے پر ہر سال حمدیہ۔ نعتیہ اور

مسالمہ طرح دیکر منعقد کرتے ہیں جب سے ہم دونوں متعارف ہوئے وہ ہم دونوں کو بہ اصرار مدعو کرتے ہیں وہیں پر کچھ ایسے دوستوں اور عزیزوں سے متعارف ہوا جنکی محبت ہماری ادبی زندگی کا بہت ہی قیمتی سرمایہ ہے۔

جہاں مشاعروں اور نشستوں میں شعر پڑھنے کیلئے حوصلہ افزائی خواجہ صاحب مرحوم نے فرمائی تو دوسری طرف ادبی حلقوں میں متعارف کرانے کا کام محترم عبدالرحمٰن رحمانؔ صدیقی صاحب مدظلہ نے فرمایا جنھوں نے نارتھ امریکہ کے سب سے زیادہ موقر اخبار ''پاکستان لنک اُردو'' میں ان کے کلام کو خصوصی طور پر شائع کیا۔

ہم دونوں عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے گئے ہوئے تھے۔جدّہ میں ایک نعتیہ مشاعرہ میں خلیج کے مشہور اخبار ''اُردو نیوز'' کے نمائندہ محترم عامل عثمانی صاحب نے مدینہ منورہ سے واپسی پر ملّہ مکرمہ میں ایک نعتیہ نشست میں شرکت کا وعدہ لے لیا چنانچہ مدینہ منورہ سے واپسی پر حسب وعدہ محترم عثمانی صاحب لینے کیلئے ہوٹل آگئے راستے میں جب ہماری گاڑی حرم شریف کے سامنے آئی اچانک اہلیہ نے اصرار کیا کہ اُنھیں یہیں اُتار دیا جائے کیونکہ اُنکے کلامِ پاک ختم ہونے میں چند پارے رہ گئے ہیں وہ پڑھ لئے جائیں اور واپسی میں اُن کو ساتھ لیلوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب ہم دونوں ہوٹل پہنچے تو انھوں نے مجھ سے کہا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب میں نہ تو شعر کہوں گی اور نہ ہی کسی مشاعرے میں پڑھوں گی اور یہ آج تک اس عہد پر قائم ہیں حالانکہ مجھے ان کے اس فیصلہ سے بہت تکلیف ہے کیونکہ مجھے اکیلے ہی باہر جانا پڑتا ہے۔شاعری اور مشاعروں میں جانے کا سلسلہ دراصل خود کو تنہائی سے بچانے اور مصروف رکھنے کے لئے شروع کیا تھا۔ بچوں کے امریکہ آنے کے بعد گھر کی ذمہ داری بڑھ گئی اور اتنی مصروفیت ہوگئی کہ شاعری کرنا اور مشاعروں میں جانا اور گھر سے باہر رہنا ممکن نہیں رہا۔

میرے ہر دیوان کے اجراء پر احباب کا تقاضہ ہوتا کہ ان کا دیوان کب شائع ہوگا مگر انکو کبھی

اپنے کلام کو جمع کرنے کا خیال آیا ہی نہیں۔ میں نے بھی اصرار کیا اور نیویارک کے میرے عزیز دوست اور شاعر جناب مسرور جاوید صاحب نے آفر کیا کہ وہ اپنی تنظیم کے ذریعہ دیوان شائع کردیں گے مگر انھوں نے کوئی توجہ نہیں کی۔ پچھلے دنوں جب ہم نئے مکان میں منتقل ہونے کیلئے سامان کی پیکنگ کرنے لگے تو مجھ کو ان کے کچھ کاغذات ہاتھ لگ گئے۔ میں نے موقع کو مناسب سمجھا اور جو کچھ ملا اسکو ترتیب دیکر زیرِ نظر مجموعہ تیار کرلیا تاکہ یہ کلام محفوظ ہوسکے۔ اسکی اشاعت کیلئے میں انتہائی ممنون ہوں۔ اپنے ہم فرما شمالی امریکہ کے نامور بزرگ شاعر حضرتِ حنیف اخگر صاحب مدظلہ کا جنھوں نے نہ صرف حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ مقدمہ بھی تحریر کیا۔ شکرگزار ہوں محترم حضرت نیاز گلبرگوی صاحب مدظلہ کا جنھوں نے اپنی گراں قدر رائے سے نوازا اور اللہ خوش رکھے عزیزم عرفان مرتضٰی کو جنھوں نے اپنے منفرد انداز میں مضمون لکھ کر اپنے خلوص ومحبت کا ثبوت دیا

ہم دونوں شکرگزار ہیں کہ امریکن اُردو رائٹرس سوسائٹی کیلی فورنیا نے ہم دونوں کو لیٹریری اچیومینٹ ایوارڈ دیا اور ممنون ہیں اُردو کی منفرد ادیبہ محترمہ سلطانہ مہر صاحبہ کے کہ اُنھوں نے اپنی کتاب ''سخنور'' میں ہم دونوں کو شامل کیا۔

کتاب کی اشاعت کا خیال آنے پر مجھے اپنے عزیز دوست اور کرم فرما پروفیسر نثار احمد فاروقی مرحوم کا یاد آنا لازمی تھا جنھوں نے میری ہر کتاب کو بہت ہی محبت اور ذمہ داری سے طباعت کی منزل تک پہنچایا اور مجھے اس سلسلے میں کچھ بھی نہ کرنا پڑا۔ اس وقت ان کی کمی بہت محسوس ہورہی ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاکؐ کے صدقہ میں اُن کی مغفرت فرمائے اور اُن کے درجات بلند فرمائے۔

امریکہ میں رہ کر ہندوستان میں کتاب کی طباعت کرانا اور پروف دیکھنا بہت بڑا مرحلہ ہے۔ پہلی مرتبہ مجھے اسکا سامنا تھا۔ اس ذمہ داری کو میں نے اپنے چھوٹے بھائی مرزا ساجد حسین ساجد کے

سپرد کیا جنھوں نے بڑی ہی خوش اسلوبی سے اسکو انجام دیا اور میرے بڑے بھائی مرزا ڈاکٹر احمد حسین سیفی صاحب اوران کی بیٹی اسمہ بیگم نے نگرانی فرمائی۔اس کتاب کی اشاعت کے لئے میں صاحب کتاب اپنے بچوں اور احباب کا شکر گزار ہوں۔اور خصوصی شکریہ ادا کرنا ہے محترم ڈاکٹر سرور حسن صاحب ایم ڈی کا جو ہم دونوں کا بہت توجہ سے علاج کرتے ہیں۔اس کتاب کی کمپوزنگ میری بہت ہی عزیز بھتیجی حنا ساجد نے بہت ہی محنت اور توجہ سے کی جسکے لئے میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ پاک کے صدقہ میں اُسکو ،اُس کے شوہر اور بچوں کو اپنی امان میں رکھے اور خوش و خرم کی زندگی عطا کرے۔آمین

والسلام

حامد امروہوی

مرتب

اللہ

۷۸۶

۹۲

ہے جو نزدیکِ رگِ جاں ، تو ہے
میرے بیڑے کا نگہباں ، تو ہے

جسکو ہر کام ہے مشکل ، میں ہوں
جسکو ہر کام ہے آساں ، تو ہے

اللہ

۷۸۶

"حمدِ باری تعالیٰ"

شکر اُس کا ادا نہیں ہوتا
ورنہ ہونے کو کیا نہیں ہوتا

میرے مولا تری عطا کے سوا
کوئی کچھ دے بھلا نہیں ہوتا

آسرا تیرا کام آتا ہے
جب کوئی آسرا نہیں ہوتا

تیری رحمت سبب نجات کا ہے
بندگی کا صلا نہیں ہوتا

کام آتا ہو جو مصیبت میں
کوئی تیرے سوا نہیں ہوتا

تو تو خالق ہر ایک چیز کا ہے
تو جو چاہے تو کیا نہیں ہوتا

صبر آسان ہے مگر مخفیؔ
صبر کا حوصلا نہیں ہوتا

محترم سید شمیم رجزؔ مدظلہٗ۔ لاس انجلس کے دولت کدے پر طرحی مشاعرے
میں پڑھے

اللہ

۷۸۶

۹۲

"نعتِ سرکارِ دوعالمؐ"

ہیں اُن کے حسن کی رنگینیاں صحنِ گلستاں میں
اُنھیں کے دم قدم سے رونقیں ہیں بزمِ امکاں میں

نہ اُنؐ کا کوئی ثانی ہے نہ اُنؐ کا کوئی ہمسر ہے
الگ سب سے نظر آتے ہیں وہ بزمِ رسولاں میں

بجز اُنؐ کے کوئی انسان ایسا ہو تو بتلا دو
بیاں تعریف خود خالق نے کی ہو جسکی قرآں میں

میرے آقاؐ نے جس صورت سنوارا بزمِ امکاں کو
مثال ایسی نہیں ملتی کوئی تاریخِ انساں میں

اللہ

۷۸۶

۹۲

"نعت سرورِ کائناتؐ"

ذہن انساں میں بھلا کیا آئے عظمت آپؐ کی
حق تعالٰی جانتا ہے جو ہے رفعت آپؐ کی

آدمی کیا جانور فریاد لیکر آئے ہیں
ساری دنیا میں انوکھی ہے عدالت آپؐ کی

ہم سیہ کاروں، گنہ گاروں کا تو کیا ذکر ہے
خود خدائے عزّ و جل کرتا ہے مدحت آپؐ کی

بات اس دنیا کی ہو یا عاقبت کا ذکر ہو
ہم کو ہر عالم میں ہے آقاؐ ضرورت آپؐ کی

عالم ہستی کا ہر گوشہ منوّر ہو گیا
مٹ گئیں تاریکیاں دیکھی جو صورت آپؐ کی

آج جو انساں کو جینے کا سلیقہ آگیا
ہے میرے سرکارؐ یہ سب کچھ بدولت آپؐ کی

اس پہ بھی اتنا کرم ہو جائے اے ختم الرسُل
خادمہ مخفی بھی ہو جنت میں حضرت آپؐ کی

لاس انجلس میں محترم سید شمیم رجز صاحب کے دولت کدے پر طرحی نشست میں پڑھے گئے۔

اللہ

۷۸۶

۹۲

"نعتِ پاک"

کہوں کیوں حال اپنا ہر کسی سے
جو کہنا ہے کہوں گی خود نبیؐ سے

سبق لیں ہم نبیؐ کی زندگی سے
بدل دیں نفرتوں کو دوستی سے

مسلماں مجھ کو سمجھے یہ زمانہ
مرے کردار کی پاکیزگی سے

عمل لگتے ہیں بربادی کا ساماں
جو سوچا ہے کبھی سنجیدگی سے

رُخِ انور سے تو دن ہے عبارت
ہے شب آراستہ زلفِ نبیؐ سے

ابھی تو دور ہے شہرِ تمنا
ہوا کیا تھک گئے کیوں ہم ابھی سے

وہ برسے ابرِ رحمت بن کے مخفیؔ
تھے جب کانٹے زباں پر تشنگی سے

انجمن یادگارِ رؤفؔ امروہوی کے سالانہ طرحی نعتیہ مشاعرے
میں امروہہ میں پڑھے گئے۔

اللہ

۷۸۶

۹۲

"نعتِ سرورِ کائناتؐ"

جس پہ اُنؐ کی چشمِ رحمت ہو گئی
اُس کی دنیا ہی میں جنت ہو گئی

عام ہے سرکارؐ کا لطف و کرم
عورتوں پر خاص رحمت ہو گئی

زندگانی اس قدر آساں نہ تھی
میرے آقاؐ کی بدولت ہو گئی

میرا ہونا وجہِ زحمت تھا جہاں
اب وہاں میں وجہِ رحمت ہو گئی

مخفی امروہوی

رحمت اللعالمینؐ کے فیض سے
دو جہاں میں میری عزت ہو گئی

بزمِ ہستی میں ہوں وجہِ افتخار
کیسی اچھی میری قسمت ہو گئی

پہلے زندہ دفن کر دیتے تھے لوگ
اب مرے قدموں میں جنت ہو گئی

ماں ، بہن ، بیٹی ، بہو کے روپ میں
میں تو مخفیؔ گھر کی زینت ہو گئی

۱؎ اس انجلس میں محترم سید شمیم رجزؔ مدظلہٗ کے دولت کدے پر طرحی مشاعرے میں
پڑھے گئے۔

اللہ

۷۸۶

۹۲

"نعتِ پاک"

جو نور اُنؐ کا جلوہ نما ہو گیا
تو منظر ہر اک خوش ادا ہو گیا

جو تھے خشک صحرا گلستاں بنے
وہ جب آگئے کیا سے کیا ہو گیا

بڑھیں رونقیں کعبۃ اللہ کی
کلیسا میں محشر بپا ہو گیا

مٹیں نفرتیں چاہتیں بڑھ گئیں
اندھیرا گیا چاندنا ہو گیا

یتیموں ضعیفوں کو طاقت ملی
غریبوں کے حق میں بھلا ہو گیا

جسے زندہ رہنے کا حق ہی نہ تھا
اُسے زیست کا حوصلا ہو گیا

کرم مجھ پہ آقاؑ کا مخفی رہا
جو مانگا وہ مجھ کو عطا ہو گیا

۱؎ اس مجلس میں محترم سید شمیم رجز مدظلہ کے دولت کدے پر طرحی مشاعرے میں پڑھے گئے۔

اللہ

۷۸۶

۹۲

"نعتِ سرورِ کائناتؐ"

اللہ کے کرم کے سزاوار ہو گئے
"آقا بنے جو بندۂ سرکار ہو گئے"

اک روز میں جو حاضرِ دربار ہو گئی
اُس دِن مرے نصیب بھی بیدار ہو گئے

اللہ کے کرم کی کوئی حد نہیں رہی
جب مجھ پہ مہرباں مرے سرکارؐ ہو گئے

ہر ہر قدم پہ یادِ مدینہ رہی شریک
رخصت کے فیصلے بڑے دشوار ہو گئے

ہر غم زدہ یہ سمجھا کہ آقاؐ اُسی کے ہیں
وہؐ اس قدر ہر ایک کے غم خوار ہو گئے

اُنؐ کا اور اُنؐ کے آلؑ و صحابہؓ کا ذکر کیا
اُنؐ کے غلام محرمِ اسرار ہو گئے

ایسے بھی جاں نثار ہیں میرے رسولؐ کے
جو جیتے جی بہشت کے حقدار ہو گئے

آئین ہی کچھ ایسا ہے زندانِ عشق کا
آزاد وہ ہوئے جو گرفتار ہو گئے

مخفیؔ جو رات نعتِ شہِ دوسراؐ لکھی
پُر نور گھر کے سب در و دیوار ہو گئے

حامدؔ امروہوی کے دوسرے دیوان "خیابانِ ارم" کے اجراء پر طرحی نعتیہ مشاعرے
میں پڑھی جو حضرت رؤفؔ امروہوی کے
مصرعہ "آقا بنے جو بندۂ سرکار ہو گئے" پر شکاگو میں منعقد ہوا۔

اللہ

۷۸۶

۹۲

''نعتِ پاک''

یہ اگر اُنؐ پہ وار دی ہوتی
زندگی کام آگئی ہوتی

غم سے اُنؐ کے جو آگہی ہوتی
گرتے گرتے سنبھل گئی ہوتی

میں بُری ہوتی یا بھلی ہوتی
جیسی ہوتی حضورؐ کی ہوتی

بخت کی میرے یاوری ہوتی
میں جو طیبہ میں رہ گئی ہوتی

جذبۂ شوق رنگ لے آتا
درِ آقاؐ پہ حاضری ہوتی

دیکھ لیتی جو سبز گنبد کو
قدر آنکھوں کی بڑھ گئی ہوتی

چشم حسرت سے اُن کو دیکھا تھا
بات بگڑی نہ کیوں بنی ہوتی

داغ روشن تھے دل میں الفت کے
قبر میں کیوں نہ روشنی ہوتی

کاش مخفی نگاہِ لطفِ نبیؐ
میری جانب بھی اُٹھ گئی ہوتی

مطبوعہ ' اُردو لنک '
لاس اینجلس

اللہ

۷۸۶

۹۲

"منقبت حضرت امام حسینؑ"

حسینؑ ابنِ علیؑ ، کی پیرویٔ مصطفےٰؐ تو نے
جفائیں کرنے والوں کیلئے کی ہے دعا تو نے

تیرے عزم و عمل سے درس ملتا ہے زمانے کو
لٹانا گھر کا راہِ حق میں آساں کردیا تو نے

بھٹکنا کاروانِ شوق کا اب غیر ممکن ہے
لہو سے اپنے راہوں میں اُجالا کر دیا تو نے

بتانا تھا کہ راہِ حق میں کیسے جان دیتے ہیں
کیا ہے ظلم و استبدار کا خود سامنا تو نے

یہ مانا تھے بہت خوش رنگ غنچے باغِ ہستی میں
رنگوں کے ساتھ بخشی ہے مگر بوئے وفا تو نے

ستارہ گردشوں میں آگیا تھا حُرؓ کی قسمت کا
مگر اپنی نگاہِ لطف سے چمکا دیا تو نے

دعائیں دیں جنابِ سیدہؑ نے تجھ کو اے مخفی
قصیدہ شان میں شبیرؑ کی جسدم پڑھا تو نے

امام بارگاہِ حُسینیہ ' شکاگو میں 'یومِ حسینؑ ' کے طرحی مشاعرے
میں پڑھا۔

" ایک قطعہ "

نام ہی کی نہیں رہی مخفی
کام کو بھی بچا کے رکھا تھا

کتنا مشکل ہے سوچیے تو ذرا
اپنے فن کو چھپا کے رکھا تھا

" دو شعر "

بیٹھے رہیں تقدیر پہ ہم کرکے بھروسہ
اسطرح تو بازی کوئی جیتی نہیں جاتی

غیرت کی کرو قدر کہ غیرت ہے عجب چیز
کھو جائے تو دولت سے خریدی نہیں جاتی

اللہ

۷۸۶

"غزلیات"

زخمِ دِل میں نے زمانے سے چھپا رکھا ہے
اک تبسم ہے جو ہونٹوں پہ سجا رکھا ہے

راہِ الفت میں ہر اک چیز لُٹا دی لیکن
آپ کی یاد کی دولت کو بچا رکھا ہے

کوئی زیور ہے نہ نقدی ہے نہ کپڑے لتّے
کیا مرے گھر میں بجز نامِ خدا رکھا ہے ؟

ڈال کے میں نے ہر اک سمت ہنسی کے پردے
دل کے زخموں کو زمانے سے چھپا رکھا ہے

دیکھیں وہ کب اسے دامن پہ جگہ دیتے ہیں
ہم نے اک اشک کو پلکوں پہ سجا رکھا ہے

خود کو تنہائی کا احساس نہ ہونے دوں گی
آپ کی یاد کو سینے سے لگا رکھا ہے

عزم اپنا ہے مگر اُسکا کرم ہے مخفیؔ
اک دیا ہم نے جو طوفاں میں جلا رکھا ہے

مجھ پہ کتنا غمِ جاناں کا کرم ہے مخفیؔ
میرے دل کو غمِ دوراں سے بچا رکھا ہے

شکاگو میں پہلی مرتبہ حضرت خواجہ ریاض الدین عطشؔ مرحوم کی سرپرستی میں جناب سید ذاکر کرم علی صاحب کے دولت کدے پر پڑھے۔
مطبوعہ '' اُردو لنک '' لاس انجلس

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

اللہ

۷۸۶

غمِ الفت کی بات کس سے کہوں
جو گزرتی ہے خود ہی دل پہ سہوں

موڑ دوں کیوں نہ رُخ کو دھارے کے
رُخ پہ دھارے کے کسلئے میں بہوں

دل میں کہنے کو تو بہت کچھ ہے
یہ مروت مِری کہ کچھ نہ کہوں

غم کو مخفی چھپا کے رکھا ہے
سب سے کہدوں تو کیسے ہنستی رہوں

سان فرانسسکو کے مشاعرے میں پڑھے گئے۔
مطبوعہ۔ "اُردولنک"

الله

۷۸۶

حسیں کوئی کہیں تجھ سا نہیں ہے
ترا جیسا کوئی چہرہ نہیں ہے

رہے گی درد کی دولت سلامت
یہ قاروں تیرا سرمایہ نہیں ہے

ابھی رندوں میں سرمستی ہے باقی
ابھی واعظ نے بہکایا نہیں ہے

جو ساحل سے تماشا دیکھتے ہیں
انھیں طوفان کا اندازہ نہیں ہے

مرے چہرے پہ گردِ رہ سلامت
مجھے اب حسرتِ غازہ نہیں ہے

جو سب کی غمگساری کر رہا ہو
وہ کیا سب کے لیے اچھا نہیں ہے

ہے شہرِ دل میں بس جانا تو آساں
مگر جانے کا دروازہ نہیں ہے

ابھی منزل ہے میری دور محسن
ابھی راہوں میں سناٹا نہیں ہے

محترم پروفیسر عبدالوحید تحریق صاحب کے دولت کدے پر طرحی مشاعرے میں
پڑھے گئے۔
مطبوعہ "اردو لنک"
لاس اینجلس

اللہ

۱۹۸۶ء

مقابلے پہ جو ہمت کے ساتھ ڈٹ جائے
تو کیوں نہ سنگِ گراں راستے سے ہٹ جائے

مرے نصیب کا پانسا اگر پلٹ جائے
جو بازی ہار رہی ہوں ابھی اُلٹ جائے

دعا کرو کہ نکل آئے دن مسرت کا
خدا کرے کہ مصیبت کی رات کٹ جائے

اکیلے بارِ محبت اُٹھا نہ پاؤ گے
شریکِ راز بنا لو کہ درد بٹ جائے

ہے میری موت تو بر حق مگر خدا نہ کرے
کہ میرا پاؤں کبھی راہِ حق سے ہٹ جائے

وہ آج جسکی رفاقت کا ایک سال بڑھا
دعا ہے مخفی کی ، ساتھ اُسکے عمر کٹ جائے

اپنی شادی کی ۳۵ویں سال گرہ پر لکھے گئے۔
مطبوعہ۔ ”اُردو لنک“
لاس انجلس

اللہ

۷۸۶

آئینہ گر دکھا دیا ہوتا
اُس کا چہرہ اُتر گیا ہوتا

کچھ نہ ہونے پہ جو لگے سب کچھ
کچھ جو ہوتا تو جانے کیا ہوتا

حالِ غم پوچھنے کو لاکھوں ہیں
ایک تو درد آشنا ہوتا

کیوں سرِ راہ کارواں لُٹتا
رہ نما کاش رہ نما ہوتا

شیخ کیوں چپ ہیں بزمِ رنداں میں
کچھ کہا ہوتا کچھ سنا ہوتا

اُن کے دل سے اُتر گئی ہوتی
لب پہ گر حرفِ مدّعا ہوتا

حال مخفی کا سب پہ ظاہر ہے
کاش وہ بھی سمجھ گیا ہوتا

مطبوعہ۔ "اُردو لنک"
لاس انجلس

الله

۷۸۶

عشق کا یہ حاصل دیکھا ہے
ٹکڑے ٹکڑے دل دیکھا ہے

آنکھ کھلی ہے طوفانوں میں
ہم نے کب ساحل دیکھا ہے

پھول نہیں چبھتے نظروں میں
ہم نے زخمِ دل دیکھا ہے

بخشا ہے قسّامِ ازل نے
جسکو جس قابل دیکھا ہے

بات کہاں ہے اُن کے رُخ کی
ہم نے مہہِ کامل دیکھا ہے

عقل کو پایا ہے راہوں میں
عشق سرِ منزل دیکھا ہے

جو کرنا ہو آج ہی کر لیں
کل کس نے اے دل دیکھا ہے

مخفیؔ جمتا رنگ غزل کا
آج سرِ محفل دیکھا ہے

انجمن طلبائے قدیم جامعۂ عثمانیہ کے سالانہ مشاعرے میں پڑھی گئی۔
مطبوعہ۔ ’’اُردو لنک‘‘
لاس انجلس

الله

۷۸۶

جوابات ایسے سوالات کیسے
ہماری تمہاری بنے بات کیسے

ذرا اس کو فرقت کے ماروں سے پوچھو
زمانہ بدلتا ہے حالات کیسے

بتائیگی یہ جنبش چشم ساقی
زمانہ بدلتا ہے حالات کیسے

مرے آنسوؤں کی روانی سے پوچھو
کہ آنکھوں سے ہوتی ہے برسات کیسے

جہاں بات کرنے پہ پابندیاں ہوں
وہاں لب پہ آئیں سوالات کیسے

چلی ہی نہیں جب کوئی چال تم نے
تو پھر یہ بتاؤ ہوئی مات کیسے

بغیر اپنے بچّوں کے مخفیؔ نہ پوچھو
شکاگو میں گزرے ہیں دن رات کیسے

'پسِ برگ' مشاعرے میں پڑھے گئے۔

الله

۷۸۶

نگہِ شوق کی تسکیں کا ہے ساماں ہونا
غنچہ و گل میں ترا حسن نمایاں ہونا

کس کو معلوم ہے اُس طائرِ بے کس کا الم
فصلِ گل میں ہو جسے داخلِ زنداں ہونا

گردشِ وقت کی نیرنگیاں ہم سے پوچھو
ہم نے دیکھا ہے گلستاں کا بیاباں ہونا

لذّتِ دردِ محبت تجھے الله رکھے
کون چاہے گا بھلا غم سے گریزاں ہونا

آ گئے خود وہ مدد کو مری ہر مشکل میں
اُن سے دیکھا نہ گیا میرا پریشاں ہونا

ہیں بہت دور نگاہوں سے مگر دل کے قریب
اے خدا تو میرے بچوں کا نگہباں ہونا

دوستو اسکو بزرگوں کی دعا کہتے ہیں
محفل شعر میں مخفی کا نمایاں ہونا

محترم سید ذاکر کرم علی صاحب کے دولت کدے پر "یوم غالب" کے طرحی مشاعرے میں پڑھی گئی۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] اچھا لگتا ہے
[illegible] اچھا لگتا ہے

[illegible]
[illegible] اچھا لگتا ہے

[illegible]
[illegible] اچھا لگتا ہے

[illegible]
[illegible] اچھا لگتا ہے

جب [illegible] تم کو مجھ سے دل کی لگن
[illegible] اچھا لگتا ہے

سادگی جان کو آجاتی ہے
مرغ جاں دام میں دانہ ڈھونڈے

چہرۂ جاں میں ملا جلوہ نما
جسکو صحرا میں دوانہ ڈھونڈے

اپنے دامن کو بچائے رکھنا
اشک گرنے کا بہانہ ڈھونڈے

اس نے ڈھونڈا ہے زمانے کو بہت
آج مخفی کو زمانہ ڈھونڈے

ڈیٹرائٹ مشی گن مشاعرے میں پڑھی گئی۔

الله

۷۸۲

خدا کا شکر ابھی تک تو مان باقی ہے
پرانے شہر میں اپنا مکان باقی ہے

ہزار بار وفاؤں کا امتحان دیا
مگر سنا ہے ابھی امتحان باقی ہے

وہ نت نرالے ہمیں روز زخم دے دے کر
یہ دیکھتے ہیں ابھی کتنی جان باقی ہے

تمام ہو گئے سب تیر اُنکے ترکش کے
مگر ہمارا دل سخت جان باقی ہے

زمین قدموں کے نیچے سے کھینچنے والو
ہمارے سر پہ ابھی آسمان باقی ہے

سروں کی فصل جو لی جسم و جاں کی کھیتی سے
تمھارے ذِمہ اب اُسکا لگان باقی ہے

جہانِ ہستی میں پھولیں پھلیں مرے بچے
کہ جن سے آبروئے خاندان باقی ہے

کرم ہے مولا یہ تیرا حوادثِ غم میں
تری طرف تری مخفیؔ کا دھیان باقی ہے

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی المنائی شکاگو مشاعرے میں پڑھی گئی۔

اللہ

۸۶ء

وہ تصوّر میں جب نہیں ہوتے
روز و شب روز و شب نہیں ہوتے

لوگ جو غم میں ساتھ دیتے ہیں
پہلے ہوتے تھے اب نہیں ہوتے

جسطرح آجکل گزرتی ہے
یہ تو جینے کے ڈھب نہیں ہوتے

ہر کسی پر کرم نہیں ہوتا
محرمِ راز سب نہیں ہوتے

کچھ نہ کچھ تو سبب رہا ہوگا
وہ خفا بے سبب نہیں ہوتے

وہ قبیلہ ہے عشق والوں کا
جسمیں نام و نسب نہیں ہوتے

کب اکیلی رہی ہوں میں مخفی
وہ تصوّر میں کب نہیں ہوتے

محترمہ صفیہ شہابی صاحبہ مرحومہ کے دولت کدے پر پڑھے گئے۔
مطبوعہ۔ ''اُردولنک''
لاس انجلس

الله

۷۸۶

خیالِ گیسوئے جانِ بہار کافی ہے
یہی علاجِ دلِ بیقرار کافی ہے

مری خطاؤں کی تشہیر اور زباں اُن کی
کہ جن کے سر پہ گناہوں کا بار کافی ہے

کہو وہ زلف پریشاں سنوار لیں اپنی
ستم کو گردشِ لیل و نہار کافی ہے

میں بادہ کش تو ہوں پر میری بادہ نوشی کو
سبو و جام نہیں چشمِ یار کافی ہے

کسی کے لالہ و گل پر نگاہ کیا ڈالوں
مجھے خود اپنے چمن کی بہار کافی ہے

وہ اور ہیں جنھیں حسرت ہے غمگساروں کی
غمِ حبیب مرا غم گسار کافی ہے

قسم نہ کھا یہ مرا دل ہے اسکی تسکیں کو
فقط زباں کا تری اعتبار کافی ہے

مرے گناہوں کی فہرست پر نہ جا واعظ
نجات کو نگہہ شرمسار کافی ہے

نہیں ہے غم جو سہارا نہ دے کوئی مخفیؔ
میرے لئے مرا پروردگار کافی ہے

پروفیسر عبدالوحید فخریؔ صاحب کے دولت کدے پر
پڑھے گئے

اللہ

۷۸۶

سلسلہ جب سے کائنات کا ہے
زندگی نام حادثات کا ہے

گردشِ وقت کی نہیں ہے بات
ذکر اُن سے تعلقات کا ہے

ہر کسی کو خوشی نہیں ملتی
غمِ دل ساری کائنات کا ہے

بات کہنے کو برملا کہہ دوں
خوف ترکِ تعلقات کا ہے

کیسے ممکن ہے ہو نہ رسوائی
عشق سے رشتہ میری ذات کا ہے

غور سے سوچئے تو ہر جھگڑا
صرف اتنی ذرا سی بات کا ہے

کام وہ کر کہ نام ہو محقق
واسطہ موت سے حیات کا ہے

محترمہ صفیہ شہابی صاحبہ مرحومہ کے دولت کدے پر مشاعرے میں پڑھے گئے۔

اللہ

۷۸۶

پیدا وہ حالات کریں
صبحوں جیسی رات کریں

دل کی کلی جس سے کھِل جائے
ایسی کوئی بات کریں

سوچیں تجھی کو ہر لمحہ
ذکر ترا دن رات کریں

اپنی آہوں کو پگھلائیں
اشکوں کی برسات کریں

ہم تو شام کو صبح بنائیں
خواہ وہ دن کو رات کریں

پرسشِ غم کو آئے غیر
ہم اُن سے کیا بات کریں

آپ کے رُخ پہ واریں دن
زلف پہ صدقے رات کریں

شاید ظالم کا دل موم
مخفیؔ کے حالات کریں

لاس انجلس میں مشاعرے میں پڑھے گئے۔

الله

۷۸۶

روودادِ غمِ عشق کو دہرانے سے حاصل ؟
انجام نہ ہو جسکا اُس افسانے سے حاصل؟

دل میں جو گرہ پڑ گئی وہ کھل نہیں سکتی
اب زلفِ پریشاں اُنھیں سلجھانے سے حاصل؟

جلنے کیلئے شمع کی تخلیق ہوئی ہے
پروانے سے پوچھو ترے جل جانے سے حاصل؟

رندانِ خوش اطوار خوش اطوار رہے ہیں
کچھ بھی نہ ہوا شیخ کو بہکانے سے حاصل ؟

پہلے سے در و بام در و بام نہیں ہیں
اے کُنجِ قفس اب مجھے گھر جانے سے حاصل؟

اسرارِ وفا سمجھے ہیں ساقی کی نظر سے
عرفانِ محبت ہوا میخانے سے حاصل

دل اُن کی محبت سے نہ باز آئے گا مخفیؔ
دیوانہ ہے دیوانے کو سمجھانے سے حاصل

محترم حضرت نیاز گلبرگوی مدظلہٗ کے دولت کدے پر مشاعرے میں
پڑھے گئے۔

اللہ

۷۸۶

اُن کے آنے کی آج شہرت ہے
جذبۂ دل تری کرامت ہے

آپ کے حسن کی جو شہرت ہے
یہ مرے عشق کی بدولت ہے

ہاتھ آتی ہے جو مقدر سے
دولتِ عشق ایسی دولت ہے

اُن سے ملنے کے بعد سمجھی ہوں
زندگی کتنی خوبصورت ہے

وضعداری اسی کو کہتے ہیں
جس سے الفت تھی اُس سے الفت ہے

آدمیّت کی قدر کرتا ہی
اصل میں قدرِ آدمیّت ہے

عقل والے کہاں سمجھتے ہیں
عشق انسان کی ضرورت ہے

زندگی کیوں نہ ہو عزیز مجھے
زندگی آپ کی امانت ہے

مصحفی کی زباں زباں ہے مری
گفتگو میں مِری شرافت ہے

نگہہِ اہلِ فن میں اے مخفی
میرے شعروں سے میری قیمت ہے

لاس انجلس۔ کیلیفورنیا میں پڑھے گئے۔

اللہ

۷۸۶

بازو ہے مرا تکیہ ، اور فرش بچھونا ہے
یادوں کے سوا گھر میں چاندی ہے نہ سونا ہے

کاہے کی خوشی لوگو بیکار کا رونا ہے
تقدیر کی باتیں ہیں ، ہونا ہے سو ہونا ہے

میرے دلِ وحشی کی یہ ضد تو کوئی دیکھے
دامانِ وفا اُن کے اشکوں سے بھگونا ہے

الفت کے نہ نفرت کے سب کھیل ہیں قدرت کے
انسان کا کیا لوگو انساں تو کھلونا ہے

وہ وقت بھی آتا ہے جب اپنے ہی ہاتھوں سے
پایا ہے جو برسوں میں لمحوں میں وہ کھوتا ہے

ڈھالوں گی غمِ دل کو الفاظ کے پیکر میں
اب خونِ تمنا کو شعروں میں سمونا ہے

پھر پھول کھلانے ہیں صحراؤں میں اے مخفی
نفرت کو محبت کے دریا میں ڈبونا ہے

الله

۸۶ے

ہوگی شامِ الم کی سحر دوستو
میں بھی اپنا سجاؤں گی گھر دوستو

ہے سفر پیش ملکِ عدم کا مگر
کچھ نہیں پاس زادِ سفر دوستو

موت برحق ہے اک دن ضرور آئے گی
موت سے کب کسی کو مفر دوستو

آئی ، چاہا اُنہیں ، اور رخصت ہوئی
زیست ہے کسقدر مختصر دوستو

کیسے ممکن ہے کوئی برائی کرے
ہو جو انجام پیشِ نظر دوستو

وہ بھی شامل مرے غم گساروں میں ہیں
آج غم ہو گیا معتبر دوستو

آج ہی کر لو جو کام کرنے کا ہے
کل کی اپنے ہے کسکو خبر دوستو

آ گیا جوش پر اُن کا بحرِ عطا
کام آ ہی گئی چشمِ تر دوستو

میں بھی مخفی رہونگی فدائے نبیؐ
اُنؐ پہ صدقے مرا گھر کا گھر دوستو

اللہ

۷۸۶

اپنے مکان ''نعت کدہ'' کے اِفتتاح پر منعقد مشاعرے میں پڑھی گئی۔

اللہ اس جہان میں لانے کا شکریہ
اور پھر کنیزِ شاہؐ بنانے کا شکریہ

وہ شاہؐ جو ہیں باعثِ تخلیقِ کائنات
الفت کو انکی دل میں بسانے کا شکریہ

اصحابِؓ باوفا کی محبت عطا ہوئی
سرکارِ دوجہاںؐ کے گھرانے کا شکریہ

حاضر ہوئی ہوں میں بھی دیارِ حبیبؐ میں
سویا ہوا نصیب جگانے کا شکریہ

بچے جو آ گئے مرے ہندوستان سے
توقیر اُن سے میری بڑھانے کا شکریہ

اپنے نبیؐ کے صدقہ میں تو نے عطا کیا
اللہ اس حسین ٹھکانے کا شکریہ

گہرائیوں سے دل کی نہ کیسے ادا کروں
محفل میں آج آپ کے آنے کا شکریہ

دیکھا جو آپ سب کو تو گھر یاد آ گیا
پردیس کو بھی دیس بتانے کا شکریہ

غمہائے روزگار سے فرصت اگر ملی
تجّی ادا کروں گی زمانے کا شکریہ

الله

۸۶ء

"رمضان کا مہینہ"

بے مثل اک مہینہ رمضان کا مہینہ
رحمت کا ہے خزینہ رمضان کا مہینہ

کیسے گزارنی ہے مومن کو زندگانی
دیتا ہے یہ قرینہ رمضان کا مہینہ

فضل و کرم کے جسمیں لال و گہر چھپے ہیں
اک بے بہا دفینہ رمضان کا مہینہ

یہ ماہ و سال گویا انگشتری ہیں مخفی
ہے جسمیں اک نگینہ رمضان کا مہینہ

مطبوعہ "پاکستان لنک" اُردو

اللہ

۷۸۶

نہ پوچھو کہ ہم دل کہاں چھوڑ آئے
جہاں اپنے بچے وہاں چھوڑ آئے

زباں سے کہیں کیا یہ دل جانتا ہے
کہ کس دل سے ہندوستاں چھوڑ آئے

بسا لائے سانسوں میں ہم اُسکی خوشبو
مہکتا ہوا گلستاں چھوڑ آئے

جہاں سے قدم راہِ الفت میں رکھا
وہیں فکرِ سود و زیاں چھوڑ آئے

یقین و عمل سے ہوئی آشنائی
رہ و رسمِ آہ و فغاں چھوڑ آئے

تری محفلِ ناز سے آنے والے
یقیں لیکے آئے گماں چھوڑ آئے

محبت کی راہوں کو یوں طے کیا ہے
کہ مخفی ہم اپنے نشاں چھوڑ آئے

ہندوستاں سے امریکہ آنے پر
پروفیسر عبدالوحید فخرؔی صاحب کے دولت کدے پر پڑھی گئی۔

اللہ

۷۸۶

امریکہ آنے کے بعد پہلی مرتبہ ہندوستان جانے پر

یہ نہ دیکھو کیا نہیں لائے ہیں کیا لائے ہیں ہم
کیا یہ کم ہے سب کی خاطر خود چلے آئے ہیں ہم

اپنے بچوں سے جدائی الامان و الحفیظ
کیا بتائیں ہو کے تنہا کتنے گھبرائے ہیں ہم

زندگی کے دن گزارے ہیں جو سب کے ساتھ ساتھ
یاد آتے ہیں تو اکثر سو نہیں پائے ہیں ہم

دِن نہیں گزارا ہے کوئی جنکی یادوں کے بغیر
اُن سے پوچھے کوئی ،کیا اُنکو بھی یاد آئے ہیں ہم

دل میں جب بھی درد اُٹھا ہے تو یاد آئے ہو تم
کیا خوشی کے وقت بچو! تم کو یاد آئے ہیں ہم

اپنا اپنا ظرف ہے یہ اپنی اپنی بات ہے
دوسروں نے کیں خطائیں اور شرمائے ہیں ہم

گرمیوں میں ہچکیوں کا یہ سبب سمجھا گیا
آم بچے کھا رہے ہیں اُنکو یاد آئے ہیں ہم

میں نے جب بھی مُرغ کھائے ہیں کیا ہے تم کو یاد
کیا کریلے تم نے کھائے ہیں تو یاد آئے ہیں ہم

اپنے بچوں کا ہے مستقبل نظر کے سامنے
کیسے کہدیں آ کے امریکہ میں پچھتائے ہیں ہم

کتنے خوش ہیں کتنے خوش ہیں کتنے خوش مت پوچھئے
مدتوں کے بعد مخفی اپنے گھر آئے ہیں ہم

مطبوعہ۔ ”پاکستان لنک اُردو“
لاس انجلس۔ کیلیفورنیا۔

اللہ

۷۸۲

۷ نومبر ۱۹۹۵ء کو اپنی والدہ محترمہ کے انتقال پر ہندوستان
جاتے ہوئے۔

جا تو رہی ہوں اب کے بھی ہندوستاں کو میں
لیکن نہ دیکھ پاؤں گی اب اپنی ماں کو میں

دستِ قضا نے مجھ سے وہ آغوش چھین لی
وہ جسمیں بھول جاتی تھی فکرِ جہاں کو میں

آئے گا جو بھی مرحلہ راہِ حیات میں
ہرگز نہ بھول پاؤں گی اُس مہرباں کو میں

وہ جن سے میں نے سیکھے ہیں آدابِ زندگی
اُن کی نظر سے دیکھ رہی ہوں جہاں کو میں

اُنکی دعا نے اسکی بڑھائی ہیں رونقیں
ہوتی ہوں شاد دیکھ کے جس گلستاں کو میں

مطلب یہ تھا دعاؤں سے دامن بھرا رہے
جاتی تھی بار بار جو ہندوستاں کو میں

مخفیؔ مجھے یقین ہے روزِ جزا کے بعد
باغِ جناں میں پاؤں گی پھر اپنی ماں کو میں

اللہ

۷۸۶

جب نواسوں اور نواسیّوں سے الفت ہو گئی
ہے خدا کا شکر پوری ایک سنت ہو گئی

گالیاں سن سن کے شیطاں حضرتِ انسان کی
سوچتا تو ہوگا اُس سے کیا حماقت ہو گئی

اُسکی نفرت میری الفت کا نتیجہ دیکھئے
اُسکو تو دوزخ ملی اور میری جنت ہو گئی

جب سنا بو جہل نے ایمان لے آئے عمرؓ
آگئے اُسکو پسینے زرد رنگت ہو گئی

سامنے آیا نہیں کوئی بچانے کے لئے
حشر کے میداں میں ظالم کی حجامت ہو گئی

عشق کے سودے میں تھے دونوں برابر کے شریک
نام لیلیٰ کا ہوا مجنوں کی شہرت ہو گئی

شعر کہنے کا سلیقہ دین ہے سسرال کی
میری یہ نسبت ہی مخفی وجہِ شہرت ہو گئی

اللہ

۷۸۶

ہمیشہ آگے رہے تھے ہمیشہ آگے ہیں
مقابلے سے نہ بھاگے تھے ہم نہ بھاگے ہیں

پڑے ہوئے تھے زمانے سے خوابِ غفلت میں
ہوا ہے سر پہ دھماکہ تو آج جاگے ہیں ہم

ہر ایک دوڑ میں پیچھے مگر جہالت میں
زمانہ پیچھے سے پیچھے مگر ہم آگے ہیں

دیارِ غیر میں غیروں کی کیا شکایت ہو
یہاں تو خون کے رشتے بھی کچے دھاگے ہیں

جنھیں میں اپنا سمجھتی تھی بھول سے مخفی
وہی تو مارنے والوں میں سب سے آگے ہیں

اللہ

۷۸۶

وہ شکل کتنی حسین کتنی موہنی ہوگی
نظر کی راہ جو دل میں اُتر گئی ہوگی

غریبِ شہر کی سنتا نہیں کوئی فریاد
امیرِ شہر نے مٹی خراب کی ہوگی

بُرا کیا تو بُرائی کا پھل ملے گا ضرور
یہاں نہیں تو قیامت میں کرکری ہوگی

وہ جان بوجھ کے آنے میں دیر کرتے ہیں
مگر یہ کہتے ہیں پیچھے مری گھڑی ہوگی

(ق)

یہ خود فریبی ہماری ملاحظہ تو کریں
کہاں مثال کوئی ایسی دوسری ہوگی

بنا عمل کئے پکّا یقیں ہے جنت میں
ہمارے نام کی تختی لگی ہوگی

(ق)

کیا تھا رات نہ پینے کا عہد واعظ نے
گھٹا کو دیکھ کے نیّت بدل گئی ہوگی

کسی کا ہاتھ گریباں پہ پڑ گیا ہوگا
کسی کے ہاتھ میں دستار آگئی ہوگی

بتاؤں میں کہ ہوا حال کیوں یہ واعظ کا
"گرہ میں دام نہ ہوں گے اُدھار پی ہوگی"

(ق)

یہ میرے ساتھ میں موسم کا بَیر تو دیکھو
نہ جانے کب کی مری اُس سے دشمنی ہوگی

سنا تھا آج وہ آئیں گے میرے گھر مخفیؔ
خبر ہے برف کی بارش بھی آج ہی ہوگی

"بزمِ سخن" شکاگو کے طرحی مشاعرے میں پڑھی گئی۔

اللہ

۷۸۶

''عید کا دِن''

کر غسل کہ سنت ہو ادا عید کا دِن ہے
پوشاک بدل عطر لگا عید کا دِن ہے

بچوں سے نہ بٹوے کو چھپا عید کا دِن ہے
بیوی کے لئے سوٹ بنا عید کا دِن ہے

کھانا ہو کہ پینا ۔ کہیں آنا ہو کہ جانا
ہر بات میں آئے گا مزا عید کا دِن ہے

آتا ہے نظر شاد وہ بچہ ہو کہ بوڑھا
اللہ نے کیا خوب رکھا عید کا دِن ہے

میخانۂ الفت میں بخیلی نہیں اچھی
ساقی ہمیں بھر بھر کے پلا عید کا دِن ہے

نفرت کرو نفرت سے ، کدورت کو بھلا دو
لگ جاؤ گلے چھوڑو گِلا عید کا دِن ہے

(ق)

شوہر سے جو پوچھا کہو کیا آج پکاؤں
کہنے لگے جو چاہے پکا عید کا دِن ہے

ہو قورمہ بریانی تنجن کہ ہو زردہ
ہر کھانے میں آئے گا مزا عید کا دِن ہے

بچھڑے ہوئے بچوں سے اسے جلد ملا دے
مخفؔی کی دعا سن لے خدا عید کا دِن ہے

مطبوعہ۔ ''پاکستان لنک'' اُردو۔ کیلی فورنیا

اللہ

۷۸۶

آہوں کو قہقہوں میں سموئے ہوئے ہیں ہم
رومال آنسوؤں سے بھگوئے ہوئے ہیں ہم

اس میں خطا کنوئیں کی نہ رسّی کا کچھ قصور
لُٹیا خود اپنے آپ ڈبوئے ہوئے ہیں ہم

اعمال کی تو کرتے نہیں فکر کچھ فقط
اُن کے کرم پہ دال بھگوئے ہوئے ہیں ہم

کیسے مقابلہ ہو ترقی کی دوڑ میں
جاگے ہوئے ہیں غیر تو سوئے ہوئے ہیں ہم

کروٹ بدل رہا ہے زمانہ خبر نہیں
پھیلا کے پاؤں چین سے سوئے ہوئے ہیں ہم

دامن کی فکر ہے نہ گریباں کا ہوش ہے
ڈالر ترے فراق میں کھوئے ہوئے ہیں ہم

کرتے کچھ ایسا کام کہ ماں باپ ہوتے خوش
اُلٹا اب اُن کا نام ڈبوئے ہوئے ہیں ہم

علم و عمل کی پونجی کمانا تو درکنار
پہلے سے تھی جو پاس وہ کھوئے ہوئے ہیں ہم

مخفی وہ ایک چاہِ زنخداں کی چاہ ہے
بچپن سے جس میں دل کو ڈبوئے ہوئے ہیں ہم

مطبوعہ۔ ''پاکستان لنک اُردو''
لاس انجلس۔ کیلی فورنیا

اللہ

۷۸۶

سامنے اپنے پیچھے پرائے
ایسوں سے اللہ بچائے

اشک نے کہدی دل کی کہانی
گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

خاطر کیجئے کچھ واعظ کی
منہ کھائے تو آنکھ لجائے

راہِ وفا میں سناٹا ہے
کون کسے رستہ بتلائے

دیکھو دیکھو ہاتھ نہ پھیلے
اپنے ہو جائیں گے پرائے

اپنی اپنی سب کو پڑی ہے
کوئی کسی کو کیا سمجھائے

عشق کا رستہ کھیل نہیں ہے
جو ڈرتا ہے وہ گھر جائے

ڈھنگ نرالے وقت کے مخفیؔ
کھو جائے تو ہاتھ نہ آئے

مطبوعہ۔ پاکستان لنک اُردو۔
لاس انجلس کیلیفورنیا۔

اللہ

۷۸۶

دل لگانے کی یہ سزا پائی
مجھ سے آگے ہے میری رسوائی

حقِ ہمسائیگی ادا کرنے
دل جو ٹوٹا تو آنکھ بھر آئی

(ق)

اذن لینے نکاح کا جو گئے
اس خبر سے ہوئی پذیرائی

بیوٹی پارلر گئی تھی دلہن
لوٹ کر ہی ابھی نہیں آئی

آئنہ کی نہیں خطا مخفی
جیسی صورت ہے ویسی دکھلائی

مطبوعہ۔ پاکستان لنک۔ اردو

اللہ

۷۸۶

ایسا کبھی نہ مجھ کو خدایا دکھائی دے
کھودوں اگر پہاڑ تو چوہا دکھائی دے

مریم بتاؤں کیا ترا نانا دکھائی دے
بچوں میں بچا بوڑھوں میں بوڑھا دکھائی دے

کرتا ہے ختم کیسے فرِج کی ہر ایک چیز
کھاتا دکھائی دے ہے نہ پیتا دکھائی دے

کاٹے ہے دن تو گاتے بجاتے ہوئے مگر
راتوں کو اُٹھ کے اشک بہاتا دکھائی دے

اُس کی بُرائی لاکھ زمانہ کرے مگر
مخفی مرِا میاں مجھے اچھا دکھائی دے

اللہ

۷۸۶

موںگ کی دال کیوں پکائی ہے
بس اسی بات کی لڑائی ہے

بات اپنی ہے دل میں ہے جب تک
لب پہ آئی تو پھر پرائی ہے

گھر کی گھر میں رہے تو بہتر ہے
بات پھیلی تو جگ ہنسائی ہے

روتی ہے جب بھی رات میں مریم
اُن کی تصویر سے ڈرائی ہے

بار گزرے ہے جو سماعت پر
میں نے آواز ایسی پائی ہے

شعر لکھتی ہوں اعتماد کے ساتھ
شعر پڑھنے میں جگ ہنسائی ہے

شاعری کیا ہے میری اے مخفیؔ
دل کی آواز لب پہ آئی ہے

اللہ

۷۸۶

''نذرِ عقیدت''

قابلِ احترام حضرت خواجہ ریاض الدین عطشؔ مرحوم کی یاد میں منائی گئی ایک شام میں
پڑھے گئے اشعار

شعر لکھنے کو اُٹھایا جب قلم
حضرتِ خواجہ عطشؔ یاد آگئے

مردِ مومن کا تصور جب کیا
حضرتِ خواجہ عطشؔ یاد آگئے

جب ہوئے انسانیت کے تذکرے
حضرتِ خواجہ عطشؔ یاد آگئے

بات جب کی عظمتِ کردار کی
حضرتِ خواجہ عطشؔ یاد آگئے

تھا بزرگوں کے چلن کا تذکرہ
حضرتِ خواجہ عطشؔ یاد آگئے

مہر و الطاف و کرم کے ذکر پر
حضرتِ خواجہ عطشؔ یاد آگئے

خوش لباسی کی جہاں نکلی ہے بات
حضرتِ خواجہ عطشؔ یاد آگئے

ذکر آیا بزم کے آداب کا
حضرتِ خواجہ عطشؔ یاد آگئے

فکر و فن کے آئے ہیں جب تذکرے
حضرتِ خواجہ عطشؔ یاد آگئے

بات کی شعر و سخن کی جب کبھی
حضرتِ خواجہ عطاؒ یاد آگئے

نثر کی رنگینیوں کا ذکر تھا
حضرتِ خواجہ عطاؒ یاد آگئے

مغفرت کی جب بھی کی تحقی دعا
حضرتِ خواجہ عطاؒ یاد آگئے

اللہ

۷۸۶

بزرگ شاعرہ محترمہ نسیمہ کلثوم صاحبہ کے مجموعۂ کلام ''نشاطِ غم'' کے اجراء پر محترم حسیب بیگ صاحب کے دولت کدے پر پڑھے گئے۔

یہ اگر بزم میں نہیں آتیں
سب کو کتنا ملال ہوتا ہے

جب نسیمہ غزل سناتی ہیں
سب کا چہرہ بحال ہوتا ہے

ایک اک شعر ایک اک مصرعہ
آپ اپنی مثال ہوتا ہے

وہ رباعی، غزل، قصیدہ ہو
جو بھی ہو حسبِ حال ہوتا ہے

ان کے رنگِ کلام میں مخفی
ان کا حسن و جمال ہوتا ہے

اللہ

۷۸۶

انجمن طلبائے قدیم جامعۂ عثمانیہ کی طرف سے بزرگ شاعر حضرتِ نیاز گلبرگوی کو
''شاعرِ دکن'' کا خطاب ملنے پر

فن کی نیازؔ کے عظمت سمجھو
کیوں کہتے ہو اِنکو مقامی

صرف دکن کے شاعر کب ہیں
وہ تو ہیں بین الاقوامی

فخرِ دکن کہہ کر اے مخفیؔ
لینا اُن کا نامِ نامی

اللہ

۷۸۶

''اظہارِ حقیقت''

دنیائے ادب کی معروف و منفرد شخصیت، سفیرِ دکن حضرت حسن چشتی مدظلہٗ
کے جشن پر پڑھے گئے۔

جب حسن چشتی سے کی ہے گفتگو
بات کرنے کا طریقہ آگیا

شعر مخفیؔ نے عطشؔ کے جب سنے
شعر کہنے کا سلیقہ آگیا

اللہ

۷۸۶

عشقِ شہِ لولاک لمّا سے جس کا دل آباد رہے
اُسکو فکر خزاں کی کیسی کیا خوفِ صیاد رہے

ظلم کریں وہ جتنا چاہیں اُنکی ہمیں پرواہ نہیں
آہ نہیں جاتی ہے خالی اتنا اُنکو یاد رہے

جب تک دم میں دم ہے میرا جب تک سانسیں لیتی ہوں
لب پہ نبیؐ کا نام ہو یارب دل میں تیری یاد رہے

زیبا ضیا گر راحتِ جاں ہیں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے آنا
زہرا، ہما اور عامر، بابر سب سے گھر آباد رہے

میرے بچے اُن کے بچے میرے دل کے ٹکڑے ہیں
شاد و خرم دیکھ کے اُن کو میرا بھی دل شاد رہے

دادا ،دادی ،نانا ، نانی ہر دم یہ دیتے ہیں دعا
اپنے اپنے گھر کو بسا کر ہر بچہ آباد رہے

بچو! دیکھو بھول نہ جانا دنیا کے ہنگاموں میں
وہ جو سبق مخفی نے دیا ہے دینِ نبیؐ کا ، یاد رہے

اللہ

۷۸۶

میرے بچے اور میرے بچوں کے بچے

آرام کے جو ساتھ گزرتی ہے زندگی
ماں باپ کی دعا ہے عنایت خدا کی ہے

عامرؔ میاں کے دم سے ہیں گھر بھر کی رونقیں
پھیلی ہوئی یہ روشنی بابرؔ ، ضیاؔ کی ہے

اللہ

۷۸۶

اپنے بڑے بیٹے ''محمد عامر مرزا'' کی شادی پر

مخفیؔ کو اُس کے خوابوں کی تعبیر مل گئی
عامرؔ میاں کا آج گھر آباد ہو گیا

ایسا لگا کہ آنکھوں میں ٹھنڈک سی پڑ گئی
گھر میں ہماؔ کو دیکھ کے دل شاد ہو گیا

اپنے چھوٹے بیٹے ''محمد بابر مرزا'' کی شادی پر

لب پر شکوے ہیں نہ گِلے ہیں
جس سو دیکھو پھول کھلے ہیں

کیوں نہ ہو خوشیوں کا یہ عالم
آج آناؔ ، بابرؔ جو ملے ہیں

الله

۸۶ء

"بچوں کے بچے"

بیٹی زیبا جلیل کے بچے

تزئین سے زینت ہے گھر کی فرحین سے فرحت حاصل ہے
مریم کو مری اللہ رکھے اُس سے آباد مرا دل ہے

طلحہ تو جگر کا ٹکڑا ہے گو میں نے ابھی دیکھا بھی نہیں
خالہ نے لکھا ہے پیارا ہے لگتا ہے کہ جانِ محفل ہے

"تزئین"

کاشانۂ علم و حکمت کی تزئین سے زینت ہوتی ہے
لیتی ہے دعائیں یہ ، اس پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے

دنیا کی پرانی ریت ہے یہ جیسی کرنی ویسی بھرنی
اچھی باتیں کرنے والوں کی اچھی قسمت ہوتی ہے

''فرحین''

'ف' سے فرحت 'ر' سے رحمت 'ح' سے ہو حمدِ خدا
'ی' سے یٰسین 'ن' سے نامِ خدا لیتی رہو

یہ دعا فرحین تجھ کو نانا اور نانی کی ہے
باغِ ہستی میں سدا ہنستی رہو پھولو پھلو

''مریم یشفین''

بچوں کو ایمان سکھانا
نانی دادی بن کے جانا

دل سے دعا دیتے ہیں تجھ کو
مریم تیرے نانی نانا

"طلحہ جلیل"

طلحہ ہے تیرے واسطے نانی کی یہ دعا
آراستہ گلوں سے تری رہگزر رہے

حاصل خدا کرے تجھے عمر دراز ہو
اُسوہ رسولِ پاکؐ کا پیشِ نظر رہے

ہیں پیاری پیاری بچیاں کتنی جلیلؔ کی
زیباؔ کے گھر کو دیکھ کے دل شاد ہو گیا

سونا سا ایک کونا جو مجتبیٰؔ کے دل کا تھا
طلحہ میاں کو دیکھ کے آباد ہو گیا

بیٹی ضیا فرقان شمسی کے بچے

''نبیل شمسی''

اُسکی تقدیر کتنی اچھی ہے
نام جسکا نبیل شمسی ہے

کیوں نہ فرقاؔن اور ضیاؔ خوش ہوں
پُر بہار آج باغِ ہستی ہے

''منال شمسی''

ڈھل گئیں آج وہ حقیقت میں
تھیں جو خواب و خیال کی باتیں

مجھ کو غم سے نجات دیتی ہیں
پیاری پیاری مناؔل کی باتیں

بنی زہرا قادری کے بچے

"عائشہ قادری"

عائشہ کو مرا پیام یہ ہے
گھر سے باہر ہو چاہے گھر میں رہے

مرحلہ جو ہو زندگانی کا
سیرت عائشہؓ نظر میں رہے

عائشہ بیٹی ہے کتنی خوش خصال و خوش جمال
دم قدم سے اُسکے روشن ہے میری بزمِ خیال

درسگاہِ زیست میں جب امتحاں کا وقت ہو
کامیاب و کامراں رکھنا اسے اے ذوالجلال

''مریم قادری''

اتنی ذہین ہے نہ ہے اتنی کوئی حسین
مریم میں ہے جو بات کسی اور میں نہیں

رکھتی ہوں میں حصار میں اسکو دعاؤں کے
اسکو بُری نظر نہ کسی کی لگے کبھی

میرے دل کا سرور ہے مریم
اور آنکھوں کا نور ہے مریم

خوب صورت ہے خوب سیرت ہے
میری جنت کی حور ہے مریم

اللہ

۸۹ء

۲۳

عائشہ قادری اور مریم قادری کے امتحانوں میں کامیابی پر

علم سے آگہی مبارک ہو
رونقِ زندگی مبارک ہو

شاد ہوں کیوں نہ عائشہ ، مریم
کامیابی ملی مبارک ہو

بچیوں کی جہانِ ہستی میں
قدر و قیمت بڑھی مبارک ہو

نانا نانی کی ہے دعا زہرا
تمکو انکی خوشی مبارک ہو

محمد عامر مرزا

اور

ہما

کی بیٹی

''رباب مرزا''

رونقِ گلستاں گلاب سے ہے
روشنی دِن میں آفتاب سے ہے

کچھ کسی سے ہے اور کسی سے کچھ
میرے گھر میں خوشی رباب سے ہے

محمد بآبر مرزا

و

انا مرزا

اللہ کے کرم کی حد ہی نہیں ہے مخفی
جو چاہتی تھی وہ سب پایا ہے اس جہاں میں

دنیائے رنگ و بو میں ہو جاؤں گی مکمل
جب رونقیں بڑھیں گی بآبر کے گلستاں میں

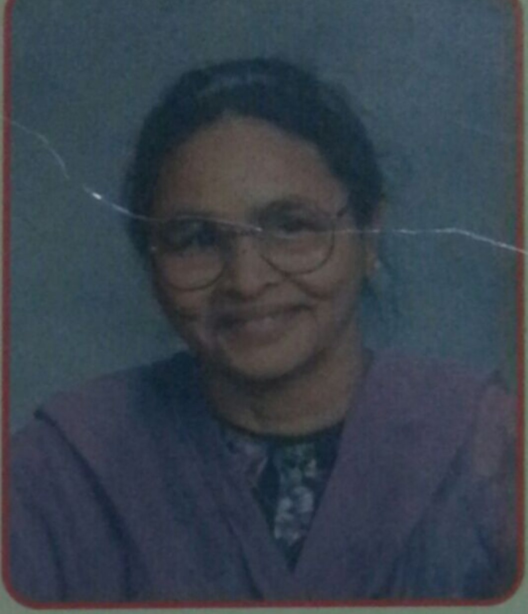

مخفیؔ امروہوی

مخفیؔ نے توکّل علی اللہ اور عظمتِ انسانیت کو مدِ نظر رکھ کر عرفانِ ذات، عرفانِ حیات، رواداری، رشتہ داری، آبائی وطن کی مٹی سے دائمی وابستگی، کردار کی نفاست، ایمان کی پختگی، امورِ خانہ داری، استواریِ شیرازۂ خاندان، آل اولاد کے لئے منازلِ ارتقائی اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے دلی تمناؤں اور دعاؤں جیسے انسانی احساسات و تجرباتِ حیات کو غزل کی نرم آغوش مہیا کرائی ہے۔

اخگرؔ ملیح آبادی

مخفیؔ صاحبہ خاتونِ خانہ ہیں گھر اور اپنے بچوں میں گھری رہنے کے باوجود اتنی اچھی اور سچی شاعری کی شاعرہ ہیں حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اُن کی زیادہ تر شاعری غزل کی صنف میں ہے اور غزل بھی ایسی سجی ہوئی ہے کہ ہر غزل کا ہر شعر یوں لگتا ہے کہ
'کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جاں ایں جاست'

نیاز گلبرگوی